REGD NO P.67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم — لقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

THE WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر

جلد ۱۳ — شمارہ

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری — نائب: فیض احمد گجراتی

شرح چندہ: سالانہ ۷/- روپے، ششماہی ۴/- روپے، ممالک غیر ۷/- روپے، فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۲۶ ماہ امان ۱۳۴۳ ہش	۱۱ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ	۲۶ مارچ ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۲۴ مارچ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۲۱ مارچ بوقت ۷ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دوپہر کے وقت حضور کو بے چینی کی تکلیف رہی لیکن رات کو طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی رہی۔ رات نیند آ گئی اس وقت بھی طبیعت اچھی ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۴ مارچ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ امرتسر میں مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں آج پونے چار بجے آپکو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا۔ زچہ بچہ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

قادیان ۲۴ مارچ جناب ڈسٹرکٹ ایجوکیشن ایڈیشنل آفیسر و ڈسٹرکٹ انسپکٹر گورداسپور تعلیم الاسلام سکول امرتسر گرلز سکول قادیان کے معائنہ کیلئے تشریف لائے۔ مردانہ ادارہ جات کے معائنہ کے بعد ہر دو نے مقامات مقدسہ کی بھی زیارت کی۔

دعا کی تحریک

مکرم دفعدار محمد عبد اللہ صاحب درویش ان دنوں سخت بیمار ہیں اور میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ کمزور ٹانگوں میں حس کی شدید کمی محسوس ہوتی ہے جس کی وجہ سے از خود کروٹ بھی نہیں بدل سکتے۔ اس طرح بے حد تکلیف ہے احباب اپنے مخلص درویش بھائی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں جلد صحت یاب فرماتے اور واپس دار الامان لائے آمین

حج بیت اللہ کیلئے محترم امیر صاحب مقامی کی قادیان سے روانگی

محلہ احمدیہ اور ریلوے سٹیشن پر اجتماعی دعاؤں کیساتھ الوداع

(رفیق)

جنوبی ہند سے چار اور احمدی بھی حج کے لئے روانہ ہو رہے ہیں!

قادیان ۱۲ مارچ۔ حج بیت اللہ کے مبارک سفر کے لئے محترم مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان آج روانہ ہو گئے۔ درویشان قادیان نے آپ کو خصوصی دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا۔ پروگرام کے مطابق محترم مولانا صاحب نے آج ساڑھے گیارہ بجے کی گاڑی سے بمبئی روانہ ہونا تھا۔ اس لئے تمام مرکزی دفاتر اور ادارہ جات ساڑھے دس بجے بند کر دیئے گئے۔ تا احباب جماعت اپنے قابل احترام امیر صاحب سے اس مبارک سفر کیلئے روانگی کے موقعہ پر ملاقات کر سکیں۔ چنانچہ جلدی احباب کرام مسجد مبارک کے گیٹ کے پاس جمع ہو گئے۔ جہاں خوشبودار پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ اور دوستوں نے آپ سے باری باری معانقہ کیا اور ایک لمبی پرسوز اجتماعی دعا ہوئی۔ حضرت مولانا صاحب مع بعض دیگر رفقاء کے ٹانگوں میں سوار ہو کر ریلوے اسٹیشن پہنچے جبکہ دوسرے درویشان جذبہ اشتیاق کے تحت پیدل ہی روانہ ہو گئے اس طرح ایک خاصی تعداد اس جگہ بھی پہنچ گئی۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ پرسوں جمعہ کے روز امرتسر سے ایک دو روز کیلئے تشریف لائے تھے اور اسی گاڑی سے اپنی بڑی صاحبزادیوں سمیت واپس امرتسر تشریف لے جا رہے تھے۔ گاڑی روانہ ہونے سے قبل دوسری بار اجتماعی دعا ہوئی۔ گارڈ نے وسل دی اور نعرہ ہائے تکبیر، اور رسول عربی زندہ باد، امیر جماعت قادیان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے سٹیشن کی فضا گونج اٹھی۔ گاڑی روانہ ہو گئی۔ اور پلیٹ فارم پر کھڑے درویشان کرام اپنی قوم کی خدمت پر اپنے بزرگ کو قابل رشک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے زیر لب رقت بھری دعائیں کرتے رہے تا آنکہ گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی!

جنتہ کنٹہ سے تین حاجیوں کی روانگی جنتہ کنٹہ (دکن) سے محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن نے اطلاع دی ہے کہ وہ خود ان کی والدہ محترمہ اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی حج بیت اللہ کی غرض سے بمبئی روانہ ہو رہے ہیں اور وہاں سے ۲۲ مارچ کو بذریعہ ہوائی جہاز عازم جدہ ہونگے۔ اور محترم مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل بھی بمبئی پہنچ کر ہوائی جہاز کے ذریعہ جانے والے اسی قافلہ میں شامل ہو جائیں گے!!

کرولائی سے ایک حاجی کی روانگی۔ کرولائی (کیرالہ) بذریعہ ڈاک مکرم سی پی کنی صاحب مہتمم وقف جدید کرولائی کیرالہ سٹیٹ اطلاع دیتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ جماعت کے ستی سالہ بزرگ پی پی ہیڈ ماسٹر صاحب محترم پی کے کنہانف صاحب بھی فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے کرولائی سے بمبئی کو روانہ ہو گئے ہیں۔ جہاں سے آپ ۲۶ مارچ ۱۹۶۴ء کو بحری جہاز ایس ایس اسلامی کے ذریعہ حجاز مقدس کو روانہ ہونگے۔

یاد رہے کہ اس سے قبل قادیان کے دو درویش بھائی مکرم مرزا عبد اللطیف صاحب اور مکرم میاں خدا بخش صاحب گجراتی مورخہ ۱۰ مارچ کو بذریعہ بحری جہاز بمبئی سے ارض حجاز کو روانہ ہو چکے تھے۔

احباب ان سب عازمین بیت الحرام کے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور خیریت سے لے جائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ مناسک حج ادا کرنے کی سعادت بخشے اور حج کی برکات سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق دے۔ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اور بخیریت واپس لائے آمین ثم آمین۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ولادت باسعادت

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا

الحمد للہ

قادیان ۲۴ مارچ نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ احباب جماعت کو یہ خبر پہنچائی جاتی ہے کہ آج پونے چار بجے بعد سہ پہر ہسپتال امرتسر میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ کو فرزند عطا فرمایا۔ محترمہ بیگم صاحبہ کی طبیعت بھی بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

قادیان میں یہ خوشخبری بذریعہ فون موصول ہوئی۔ سنتے ہی تمام درویشان میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور سب نے اللہ کی حمد اور شکر بجا لائے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کی دعائیں قبول کیں اور خوشی کا یہ دن دکھایا۔ اس موقعہ پر ہر شخص کی زبان پر دعائیہ رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر تھا ؎

اک سے ہزار ہوویں مولا کے یار ہوویں

نومولود صاحبزادہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پڑپوتا، سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پوتا اور حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا نواسہ ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے نومولود کا نام کلیم احمد تجویز فرمایا ہے۔

ادارہ بدر نہایت ادب و احترام کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کے جملہ افراد کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود صاحبزادہ کو صحت و سلامتی کی لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور بلند اقبال خادم دین بنائے۔ اور اس کا وجود تمام جماعت اور سب خاندان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا موجب ہو۔ آمین ثم آمین۔

قادیان سے مبارکبادی کی تاریں ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ دفتر خدمت درویشان۔ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ۔ اور دیگر چیدہ چیدہ افراد کو ارسال کی گئیں۔

منارۃ المسیح پر روشنی اس خوشی میں رات کو منارۃ المسیح پر قمقموں کے جب روشن کئے گئے
دل ہوا باغ باغ دن ... کیا نور ہو سویرا

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے ... پرنٹنگ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۶۴ء

فتح و ظفر کے پچاس سال

(۳)

(۱۳)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنے درخشاں زمانہ خلافت ہی میں جہاں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کا نہایت بابرکت اہتمام فرمایا تو ساتھ کے ساتھ دیگر پیشوایان مذاہب کی واجبی عزت و احترام بلا امتیاز مذہب و ملت تمام لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے بھی سال میں ایک علیٰحدہ دن "یوم سیرت پیشوایان مذاہب" کے نام سے منائے جانے کی تحریک فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ ایک ہی سٹیج سے ہر مذہب کا پیروکار دوسرے کے مذہب کے پیشوا کی سیرت و سوانح پر اپنے نیک خیالات کا اظہار کرے۔ اور نتیجہ ظاہر فرمایا کہ اس انداز میں کی گئی تقاریر کا نیک نتیجہ ملک کی مسلم و غیر مسلم آبادی کے باہمی محبت اور رحم کے تعلقات کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔ اور یہ وہ چیز ہے۔ جسے ملک و قوم کے وسیع تر مفاد کی خاطر اس کی بے حد ضرورت ہے۔ چنانچہ احمدیہ جماعت ایک لمبے عرصہ سے باقاعدہ طور پر ہر سال یہی ایسا دن مناتی آرہی ہے اور خدا کے فضل سے سنجیدہ طبقہ پر اس کا اچھا اثر پڑ رہا ہے ——۔ گویا اس پہلو سے بھی حضرت امام جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح و ظفر کی کلید بنا رکھا دیا ——!!

—— (۱۴) ——

مصلح موعود کے بارہ میں جو عظیم الشان بشارت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو ۱۸۸۶ء میں دی گئی۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو الہاماً بتایا کہ اس موعود فرزند کو اللہ تعالےٰ دنیا میں اس غرض سے مبعوث فرمائے گا کہ

"تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس موعود بیٹے کو خدا تعالےٰ نے اپنے خاص تصرف اور حکمت کاملہ کے تحت مارچ ۱۹۱۴ء میں آپ کا دوسرا جانشین اور خلیفہ بنایا اس وقت سے اب تک جو پچاس سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ اس مبارک وجود نے نہ صرف یہ کہ احمدیہ جماعت کی کامیاب قیادت فرمائی۔ بلکہ ہر موقعہ پر اسلام کی شاندار نمائندگی فرمائی۔ اندرون ملک میں جب بھی کوئی مذہبی کانفرنس ہوئی اور اس میں اسلام کی طرف سے مضمون پڑھنے کی دعوت موصول ہوئی۔ حضور ایدہ اللہ کے خدام نے اسلام کے نقطۂ نظر کو مؤثر اور مدلل انداز میں پیش کر کے سامعین سے خراج تحسین حاصل کیا۔ حضور کے خدام کے علاوہ متعدد مواقع پر بذات خود حضور نے امتیازی شان کے ساتھ نمائندگی کی۔ مثلاً ۱۹۲۴ء میں جب انگلستان میں مشہور ویمبلے کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا تو اس کانفرنس میں شرکت کیلئے حضور بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ اور جب حضور کے تحریر فرمودہ لکھے ہوئے مضمون کا خلاصہ انگریزی میں ترجمہ کر کے سنایا گیا تو مضمون کو سن کر کانفرنس میں شریک دنیا کے مشہور دانشور دنگ رہ گئے۔ کیونکہ آپ نے جس عمدگی کے ساتھ عصر حاضر میں دنیا کی متعدد مشکلات کا حل اسلامی تعلیمات سے پیش فرمایا وہ ان لوگوں کے لئے بالکل نیا تھا اور دلائل کی پختگی اور پُر اثر انداز بیان کے نتیجہ میں جملہ سامعین حضور کی اعلےٰ شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ وہ موقعہ تھا جبکہ گویا بین الاقوامی بنیادوں پر منعقد ہونے والی کانفرنس میں آپ کو اسلام کا نقطۂ نظر نہایت مؤثر طریق پر پیش کرنے کا موقعہ ملا۔ اور اس طرح دلائل کے میدان میں لوگوں پر دینِ اسلام کا شرف ظاہر کرنے کی سعادت حضرت مصلح موعود کو حاصل ہوئی ——!!

—— (۱۵) ——

ماسوا اس کے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے کسر صلیب کے سامان پیدا فرمائے اس طرح کمیونزم کے مقابلہ میں اسلام کی اعلےٰ تعلیمات کو مؤثر اور مدلل رنگ میں پیش کرنے کی سعادت حضرت مصلح موعود کو حاصل ہوئی۔

علمائی نقطۂ نگاہ سے: عصر حاضر کے فتنوں میں سے ایک خطرناک فتنہ کمیونزم کا ہے۔ جس نے دنیا کے ایک بڑے حصہ میں بسنے والے لوگوں کے ذہنوں کو بے حد متاثر کر رکھا ہے۔ جس کی توجہ کا مرکز نہ ایک طرف تو عوام پر اقتصادی پہلو سے اپنے نظریات کو غالب کرنے کا ہے۔ تو دوسری طرف بڑے بھونڈے مگر خطرناک ذرائع سے لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کر کے انہیں ملحد و بے دین بنا دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام، مذہبی لحاظ سے نوع انسان کی فلاح و بہبود کے ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتے ہوئے مذہب کی صحیح نمائندگی کرتا ہے۔

پس حضرت اقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں اس فتنے سے اللہ تعالےٰ نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو اسلام کو نمائندہ کے طور پر کھڑا کیا آپ کو اس تحریک کا علمی لحاظ سے شاندار مقابلہ کرنے کی توفیق بخشی۔ اس موضوع پر آپ کے دو لیکچر خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو "جدید نظام نو" اور "اسلام کا اقتصادی نظام" کے ناموں سے کتابی صورت میں شائع ہو کر منظر شہود میں آچکے ہیں۔

ان دونوں لیکچروں میں ایک طرف حضور نے کمیونسٹ تحریک کے خطرناک گوشوں کو عوام پر عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔ تو دوسری طرف اعلےٰ پہلوؤں پر اسلام کی تعلیمات کا مدلل رنگ میں موازنہ پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اسلام کی پیش کردہ تعلیمات کو وجہ تفوق حاصل ہے۔ بظاہر تو یہ دو چھوٹی چھوٹی کتابیں ہیں مگر مضمون کی جامعیت اور معقول دلائل کی پختگی کے لحاظ سے آپ کا بیان ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ موخر الذکر کتاب کے آخر میں حضور کا اپنا رویا بھی درج ہے۔ جس میں بطور پیشگوئی بتایا گیا ہے کہ بالآخر اس تحریک کا زور ٹوٹے گا اور دنیا اس کے خطرناک پہلوؤں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گی ——!!

—— (۱۶) ——

جہاں تک کلام الٰہی کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنے کا سوال ہے اس رنگ میں بھی خدا تعالےٰ نے ہمیں حضرت مصلح موعود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو اسلام کی طرف سے نمایاں طور پر فتح و ظفر کی گویا کلید بنایا جبکہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے قرآن کریم کے معارف آپ پر کھولے اور کوئی نہیں جو اس رنگ میں آپ کا مقابلہ کر سکے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں یورپ اور امریکہ میں مؤثر رنگ میں اسلامی تعلیم کا پروگرام درج فرماتے ہوئے آخر میں ایک خواہش اور بابرکت ارادے کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

"میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف بیان کرنے سے نہیں رک سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اُس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (صفحہ ۷۷۳)

غیر مبائعین کے سابق امیر مولوی محمد علی صاحب نے ایک اردو تفسیر لکھی، اور پھر اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ان کی یہ تفسیریں حضور علیہ السلام کے منشاء کو پورا کرنے والی ہیں۔ لیکن جس شخص نے ان کی ہر دو تفاسیر کو بغور مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولوی صاحب کی یہ بات محض دعویٰ سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

ازالہ اوہام کی مندرجہ عبارت سے قبل کی عبارت اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے۔ حضور نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی احسن تجویز کا تذکرہ فرماتے ہوئے اُن لوگوں کے خیال کی تردید کی ہے جو بعض انگریزی خوان مسلمانوں کو ان ممالک میں تبلیغ کی غرض سے بھیجنے کے حق میں رائے رکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہے:۔

"ہم ہرگز مناسب نہیں جانتے کہ ایسے لوگ جو اسلامی تعلیم سے پورے طور پر واقف نہیں اور اس کی اعلےٰ درجہ کی خوبیوں سے بکلی بے خبر اور نیز زمانہ حال کی نکتہ چینیوں کے جوابات پر کامل طور پر حاوی نہیں ہیں اور نہ روح القدس سے تعلیم پانے والے ہیں وہ ہماری طرف سے وکیل ہو کر جائیں۔"

"ان اعتراضات کا کافی جواب دینے کے لئے کسی منتخب آدمی کی ضرورت ہے جو ایک دریا معرفت کا اپنے صدر منشرح میں موجود رکھتا ہو جس کی معلومات کو خدا تعالےٰ نے الہامی فیض سے بہت وسیع اور عمیق کر دیا ہو۔" (صفحہ ۷۷۰)

پس اس سیاق میں حضور علیہ السلام نے خود ایک تفسیر لکھنے اور اس کا انگریزی کا ترجمہ کرا کر یورپ اور امریکہ بھیجنے کے منشاء کا ذکر فرمایا ——۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ

وہ تفسیر جو ان ممالک میں بھیجی جائے وہ بھی اسی نہج پر تیار کی جانی چاہیئے جیسا کہ مندرجہ بالا صفات جن کا آپ نے بالصراحت ذکر فرمایا۔ بلکہ تفسیر القرآن کے لئے تو شخص مفسر کے لئے بھی ایسے آدمی کا ہونا ضروری ہے جو بقول حضور علیہ السلام:

(۱) ایک منتخب آدمی ہو۔
(۲) وہ ایک دریا معرفت کا اپنے صدر منشرح میں موجود رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ)

خطبہ جمعہ

ہماری ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے

مسلمان جب تک قرآن کریم سے وابستہ ہیں وہ اسے چھوڑ کر ہرگز ترقی نہیں کر سکتے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۶ر جولائی ۱۹۳۸ء بمقام ڈلہوزی

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حسب ذیل آیت پڑھی:-

یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا (نساء)

اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سی آیت میں جو میں نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد پڑھی ہے ایک ایسا قانون اور ایسا گر مسلمانوں کو بتایا ہے جس کے ذریعہ سے وہ

دنیا کی ساری قوموں سے افضل

ہو سکتے ہیں اور ان پر غالب آسکتے ہیں۔ یہ آیت قرآن شریف کے متعلق ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس برہان آگیا ہے۔ برہان کے معنے دلیل اور حجت کے ہوتے ہیں۔ دلیل اور حجت ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ کسی چیز کی صداقت کا پتہ لگتا ہے۔ کوئی بات بھی دنیا میں ایسی نہیں جو بغیر دلیل یا حجت کے مانی جائے۔ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ ہر بات کے لئے دلیل تلاش کرتا ہے۔ خواہ وہ دلیل عقلی ہو یا مشاہدہ کی۔ یعنی یا تو یہ چاہتا ہے کہ اس کو عقل سے ثابت کر دیا جائے۔ اور یا پھر اس کو دکھا دیا جائے پھر وہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مثلاً کسی کے لئے دن ثابت کرنے کے دو ہی طریقے ہیں (۱) کہ اس کو کہہ دیا جائے کہ سورج چڑھا ہوا ہے (۲) اگر ہم اس کو سورج چڑھا ہوا نہیں دکھا سکتے۔ تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کو عقلی دکھائی دے۔ دلیلیں دو ہی طرح کی ہوتی ہیں یا تو وہ چیز دکھا دی جائے یا پھر دلائل سے منوا لی جائیں۔

پس اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس

واضح دلیل

آگئی ہے۔ برہان تبرہن سے نکلا ہے جو چیز بہت روشن ہو اور کسی شبہ سے خالی ہو۔ پس قرآن کریم کے متعلق فرمایا کہ ایسی دلیل ہے۔ ایسا کھلا نشان ہے کہ جس کے سامنے جب اس کو پیش کیا جائے تو وہ انکار نہیں کر سکتا۔

پس خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو ایسی واضح دلیل قرار دیا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا اور ایسی روشن چیز ہے کہ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر قرآن واقعی ایسا ہے تو غور کرو کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کس قدر عظیم الشان ہتھیار دیا گیا جس کا مقابلہ دوسری قومیں نہیں کر سکتیں۔ جب دوسری قومیں اس کا مقابلہ نہ کر سکیں تو پھر مسلمانوں کے غلبہ اور افضل ہونے میں کیا شبہ رہ گیا۔

مگر افسوس کہ مسلمان جن کی کتاب نے دعویٰ کیا تھا کہ میں واضح دلیل اور روشن برہان ہو کر آئی ہوں۔ وہ مسلمان کہتے ہیں کہ کسی بات کیلئے دلیل اور حجت مانگنا کفر ہے۔ جب قرآن ایک بات کہتا ہے تو پھر دلیل اور حجت کیسی؟ میرے ایک عزیز وائسرائے کے لا ممبر ہیں۔ وہ ایک دفعہ قادیان آئے تو میں نے ان سے مذہبی باتیں شروع کیں۔ میری باتوں کے جواب میں جو کچھ انہوں نے کہا اس سے میں سمجھا کہ وہ مذہب سے ناواقف تھے کیونکہ میں نے دیکھا کہ میری باتوں کی تصدیق کرتے جاتے تھے اور ہاں کرتے جاتے تھے گو وہ باتیں معقولیت کے لحاظ سے بھی قابل تسلیم تھیں۔ مگر دراصل وہ جس خیال کے تھے ان کے عام مسلمان ان کو تسلیم نہ کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ ان باتوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ باتیں سب صحیح ہیں۔ میں نے ان کو کہا کہ باقی مسلمان ان باتوں کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں نے معقول ہونے کی وجہ سے ان کی تصدیق کی تھی۔ باقی اصل بات یہ ہے کہ جب میں مدرسہ میں پڑھتا تھا تو میرا ایک استاد آریہ تھا جو اسلام پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب تھے میں نے ایک دفعہ ان کے سامنے

آریہ کے اعتراضات

پیش کئے اور کہا کہ استاد صاحب یہ اعتراضات کرتے ہیں ان اعتراضات کا کیا جواب ہے۔ اول تو ان کے سامنے میرا ایسا کہنا ہی گستاخی تھا کہ انہوں نے مجھے بہت سخت الفاظ میں ڈانٹا اور کہا

دیا اور کہا تم بے دین کافر ہو گئے ہو۔ تم آریہ خیالات کے ہو گئے ہو۔ میں تمہارے والد کو کہہ کر مدرسہ میں پڑھنے سے رکوا دوں گا۔ اس وقت گو میں ابھی بچہ تھا مگر اتنی سمجھ تھی کہ اگر پڑھائی بند ہو گئی تو عمر برباد ہو جائے گی۔ اس لئے میں نے عہد کیا کہ کبھی کوئی مذہب کے متعلق بات کسی مولوی صاحب سے نہیں پوچھوں گا۔ اس وجہ سے مجھے مذہب کے متعلق کوئی واقفیت نہیں ہے۔ یہی حالت اور مسلمانوں کی بھی ہے۔ وہ صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے بانی تھے اور قرآن الہامی کتاب ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ اور نہ انہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور قرآن کریم کے الہامی ہونے کے دلائل معلوم ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اور خصوصاً تعلیم یافتہ مسلمان

مذہب سے بیزار

ہو رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جس مذہب کی باتیں زور سے منوائی جاتی ہیں نہ کہ دلائل سے۔ وہ جھوٹا ہی ہوگا۔ اگر اس کی باتیں سچی ہوں تو ان کی صداقت کی دلیل کیوں نہ دی جائے ہم دیکھتے ہیں ایک تاجر جس کے پاس اچھا مال ہوتا ہے۔ وہ اپنے مال کو نکال کر سامنے رکھ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے اسے دیکھ کر پسند کرو لیکن جس تاجر کے پاس خراب چیز ہو۔ اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ خریدار بغیر دیکھے لے جائے خرید لے۔ وہ اس قسم کی باتوں سے خریدار کو مطمئن کرنا چاہتا ہے کہ میں جو کہتا ہوں یہ بہت عمدہ چیز ہے اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اس لئے اسلام کو اسی صورت میں پیش کرنے کے یہ معنی ہیں کہ

. . . .

اسلام کو اپنی نظر میں بھی اور دوسروں کی نظر میں بھی حقیر بنایا جائے۔ حالانکہ

صرف قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس کا دعویٰ ہے کہ ہر بات دلیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ قرآن کے سوا نہ وید نہ انجیل

کوئی سے نہ وید نہ کوئی اور ایسی کتاب جسے الہامی اور مذہبی کہا جاتا ہے۔ صرف قرآن ہی ہے جو کہتا ہے یا ایھا الناس قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا (النساء رکوع ۲۴) کہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو دلائل رکھتی ہے۔ یہ کہنا کہ جب قرآن خدا کا کلام ہے تو پھر جو کچھ وہ کہے اسے مان لینا چاہئیے۔ اس کے لئے

دلائل کی کیا ضرورت ہے

یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ جو قرآن کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ ان کو منوانے کے لئے دلائل کی ضرورت ہے۔ اور دلائل بھی عقلی۔ اس آیت میں عقلی دلائل کا ہی ذکر ہے۔ اور اسی آیت سے یہ ثابت ہے کہ دلیل کے معنی عقلی دلیل کے ہیں نہ یہ کہ چونکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے اس لئے مان لینا چاہئیے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الناس قد جاءکم برھان۔ اے لوگو تمہارے لئے دلیل آگئی ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اے مومنو۔ بلکہ اے لوگو فرمایا ہے۔ یعنی صرف ان لوگوں کو مخاطب نہیں کیا۔ جو ایمان لے آئے اور جو قرآن کو خدا کا کلام سمجھتے ہیں بلکہ عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں غرضیکہ دنیا کے تمام انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے قرآن کا دعویٰ ایک مسلمان کے لئے حجت ہو سکتی ہے مگر ہندو کے لئے یا عیسائی کے لئے یا یہودی کے لئے یہ کافی نہیں کہ کہہ دیا جائے قرآن خدا کا کلام ہے۔ اس لئے جو کچھ اس میں لکھا ہے اسے مان لینا چاہئیے بلکہ اس کے لئے

عقلی دلائل کی ضرورت

ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یا ایھا الناس کہہ کر بتایا ہے کہ اس کے مخاطب عیسائی یہودی، ہندو سب لوگ ہیں جو قرآن کی دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو مخاطب کرتے وقت دلیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کا مطالبہ عقلی دلیل ہے پس فرمایا ہے لوگو خدا کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آئی ہے یعنی قرآن جو باتیں پیش

کرتا ہے ان کی صداقت میں عقلی دلائل بھی دیتا ہے یہ کسی اور کتاب کا نہ دعویٰ ہے اور نہ وہ اپنے اندر عقلی دلائل رکھتی ہے لیکن جیسا کہ ہم نے بتایا ہے

مسلمان ہی دلائل سے غافل ہیں

اور وہ کہتے ہیں چونکہ قرآن میں یہ بات لکھی ہے اس لئے اس کی دلیل کی ضرورت نہیں۔ ہم ایسا ہی مانتے ہیں۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے ماں باپ چونکہ اسلام میں داخل تھے۔ اس لئے وہ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ ورنہ خود انہیں پتہ نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ لیکن اگر ایک مسلمان قرآن پر اس لئے ایمان رکھتا ہے کہ اس کے ماں باپ کا اس پر ایمان تھا، اور اس طرح وہ اپنے آپ کو اس بات کا مستحق سمجھتا ہے کہ خدا کا قرب حاصل کرے تو ایک ہندو بھی تو اسی طرح ہندو مذہب کا قائل ہوتا ہے کہ اس کے ماں باپ چونکہ ہندو تھے اس لئے وہ بھی ہندو کہلاتا ہے۔ پھر وہ کیوں نجات کا مستحق نہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی جو عقائد کا پابند ہے وہ اسے ماں باپ سے ورثہ میں حاصل ہوئے وہ بھی نجات کا کیوں مستحق نہ ہونا چاہیئے۔ کیا وجہ ہے کہ مسلمان چونکہ قرآن کو اس لئے مانتے ہیں کہ ان کے ماں باپ قرآن کو مانتے تھے۔ وہ تو جنت میں چلے جائیں لیکن ہندو بھی اسی طرح اپنے ماں باپ کے معتقدات کے پابند ہوں وہ جنت میں نہ جائیں۔ اگر مسلمان صرف اس لئے نجات پا سکتے ہیں کہ وہ قرآن کو اس وجہ سے مانتے ہیں کہ ان کے ماں باپ مانتے تھے۔ تو ہندو بھی اسی بات کے مستحق ہونگے کہ نجات پائیں۔ کیونکہ ان کے ماں باپ کا جو مذہب تھا وہی ان کا ہے جس طرح ایسے مسلمان کا مذہب

ورثہ کا مذہب

ہے اسی طرح ہندو کا بھی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو فطرت پر پیدا ہوتا ہے آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ آجکل کے مسلمانوں کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ انہیں کو انہیں بھی ماں باپ مسلمان بنا دیتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں انہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ اسلام کیا ہے یہ اصل مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی وہ بات ہو دلیل کے ساتھ مانے۔ یعنی اس کی صداقت کے دلائل سے آگاہ ہو۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ کیا وہ جسے خدا کی طرف سے دلیلیں ملیں وہ اور جو ماں باپ کی ملی ہوئی باتوں کو بلا دلیل مان رہا ہو برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

مومن کی شان

یہ ہے فرمائی کہ وہ جو کچھ مانتا ہے اس کے دلائل جانتا ہے۔ پس کوئی شخص خواہ اسلام کیلئے کتنا جوش ظاہر کرے۔ اپنے آپ کو کتنا اسلام کا شیدائی بتائے اگر وہ اسلام کی صداقت کے دلائل نہیں جانتا۔ تو اس کے ایمان کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اس سے پوچھا جائیگا کہ تم کس وجہ سے ایمان لاتے تھے۔ تمہارے پاس اسلام کے سچے ہونے کا کیا ثبوت تھا اگر کچھ نہ ہوگا تو خواہ اسے کی خدائی پر ایمان لانا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرنا کافی نہ ہوگا۔

تو قرآن کریم جو کچھ بیان کرتا ہے اس کے دلائل بھی رکھتا ہے۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا مطالعہ کرے۔ میں نے کئی آدمیوں کو دیکھا ہے جب ان سے پوچھا گیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تمہارے پاس کیا دلائل ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں دلیل تو ہمارے پاس کوئی نہیں۔ لیکن اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات کہے تو اس سے لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گے مجھے یاد ہے

جب میں حج کیلئے گیا

تو مظفر نگر کے رہنے والے ایک بوڑھے آدمی عبدالوہاب حج کے لئے جا رہے تھے۔ شاید وہ وہاں ہی فوت ہو گئے۔ میرے نانا صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے جب انہوں نے دیکھا کہ دوسرے لوگ اس شخص سے ہنسی اور تمسخر کرتے ہیں تو ان کو اپنے ساتھ رکھ لیا اور کچھ دن پاس رہنے کے بعد میں نے دیکھا کہ انہیں مذہب کا کچھ پتہ نہیں۔ ان دنوں مدینہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ وہ مدینہ جانا چاہتے تھے میں نے انہیں کہا ایسے موقع پر آپ مدینہ نہ جائیں کہنے لگے میں فرض رہ جائیگا۔ خواہ کچھ ہو۔ میں نے کہا آپ کے جانے کا کیا فرض ہے۔ اگر تو آپ کی نیت سے جاتے ہو تو شریعت کا حکم ہے کہ جہاں وبا پھیلی ہو وہاں نہ جاؤ اس پر آپ کو عمل کرنا چاہیئے کہنے لگے بات یہ ہے میرے بیٹوں نے مجھے کہا تھا وہاں ضرور جانا اس لئے جانا چاہتا ہوں میں نے کہا آپ کو پتہ ہے وہاں کیا ہے۔ کہنے لگے مجھے یہ تو پتہ نہیں۔ ہاں یہ مجھے خیال تھا کہ [illegible]

مذہبی حالت کا پتہ

لگاؤں۔ میں نے پوچھا آپ کا مذہب کیا ہے اس سے میری مراد یہ تھی کہ آپ کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں کہنے لگے مجھے پتہ نہیں گھر جا کر ملاں سے پوچھ کر آپ کو بتاؤں گا۔ میں نے کہا آپ حج کے لئے جا رہے ہیں۔ مگر اتنا بھی نہیں جانتے کہ آپ کا مذہب کیا ہے۔ کہنے لگے اچھا پھر مجھے سوچ لینے دیجئے۔ آخر سوچ سوچ کر کہنے لگے میرا مذہب ہے حنفی۔ میں نے کہا میاں عبدالوہاب صاحب حنفی کیا چیز ہوتی ہے سوچ سوچ کر کہنے لگے میرا مذہب ہے اعظم حنفی۔ اس سے ان کی مراد امام اعظم علیہ الرحمۃ تھی۔ یہ ان کی مذہبی واقفیت تھی۔ یہ حج کے لئے گئے تھے۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی قوم دلائل کو چھوڑ دیتی ہے۔ اور مذہب کو رسم کا مذہب بنا لیتی ہے۔ تو پھر وہ

تنزل اور تباہی

کی طرف چلی جاتی ہے۔ کیونکہ جب لوگ دلیل پر غور نہیں کرتے۔ تو ان کے ذہن کند ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کی اولاد کے ذہن ان سے زیادہ کند ہو جاتے ہیں۔ آگے ان کی اولاد کے ان سے زیادہ کند ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ان میں کوئی فرق نہیں رہتا لیکن جو لوگ دلائل پر غور کرتے ہیں ان کے ذہن ترقی کرتے جاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ

کو ہم دیکھتے ہیں بالکل ان پڑھ تھے لیکن جب کسی سے گفتگو کرتے۔ تو ایسے دلائل دیتے کہ کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا۔ وہ عالم اور ان پڑھ سب کے سب دلائل سے واقف تھے اس لئے اسلام کی حقیقی تعلیم کے پابند تھے مگر آج جبکہ تعلیم موجود ہے۔ اور لوگ بہت زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اسلام سے کچھ واقفیت نہیں۔ آجکل لوگ اپنی قوم کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہو کر روئیں گے اور اس بات کا رونا روتے ہیں کہ مسلمان تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ مگر

علم دین میں

وہ بھی ایسے ہی جاہل ہیں گے۔ جیسے دوسرے بلکہ انہوں نے قرآن کو ہاتھ لگایا نہ دوسروں نے۔ اور جب قرآن کبھی انہوں نے دیکھا ہی نہیں تو دینی علم سے وہ کس طرح واقف ہو سکتے ہیں بیشک قرآن میں بڑے زبردست دلائل ہیں لیکن جب تک کوئی اسے دیکھے نہ۔ اس پر غور نہ کرے۔ اسے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کے پاس بہترین بستر دوائی ہو اور وہ اسے استعمال نہ کرے تو کیا فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ بھوکے کے لئے کتنی بہت عمدہ منتخب ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی کو کھانے کو نہ ہو تو اسے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح کسی کے پاس پانی کی بوتل ہو مگر وہ اسے استعمال نہ کرے تو ضرور پیاسا مر جائے گا اسی طرح قرآن موجود ہے مگر جب مسلمان اس پر غور نہیں کرتے۔ تو انہیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ وہ تو

دوسروں کی نسبت زیادہ مجرم

ہیں۔ اگر ایک شخص ننگا پھرتا ہے جس کے پاس کوئی کپڑا نہیں تو وہ بھی مجرم ہے اسے چاہیئے ایسی حالت میں لوگوں کے سامنے نہ پھرے جب تک کپڑا حاصل کر لے نہیں سے۔ لیکن اگر ایک شخص کندھے پر کپڑا ڈال کر ننگا پھرے تو اس کا جرم بہت بڑا ہوگا۔ اس لئے اگر ایک ایسا شخص جس کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں بھوکا مر جائے تو قابل رحم ہوگا۔ لیکن اگر ایک شخص کے پاس کھانا موجود ہو پھر بھی نہ کھا سکے۔ اس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔ پس وہ لوگ جن کے پاس ایسی کتاب نہیں۔ جو دلائل پر ایمان کی بنیاد رکھتی ہو۔ وہ اگر تباہ و برباد ہوں تو ان پر اتنا الزام عائد نہیں ہوگا۔ جتنا ان پر جن کے پاس

دلائل اور براہین

رکھنے والی کتاب تھی مگر انہوں نے اسے کھول کر نہ دیکھا۔ اور روحانی لحاظ سے بھوکے رہے۔ وہ بھوکے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اے لوگو تمہارے پاس خدا کی طرف سے مکمل دلیل آگئی ہے۔ اس کتاب کو کھول کر دیکھو ہر ضروری چیز اس کے اندر ہوگی۔ کوئی روحانی اخلاقی اور تمدنی مسئلہ ہو وہ قرآن میں موجود ہوگا۔ اور اس کے دلائل دیئے گئے ہوں گے۔ پھر ایک وہ ایک تفصیل بیان کی گئی ہیں۔ اس زمانہ میں ترقیات کی پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں اور اگر کوئی قرآن کریم پر غور کرے تو اس کا ایمان بہت ترقی کر سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان اس پر غور نہیں کرتے۔ ایک مصری عالم نے لکھا ہے

اس زمانہ میں قرآن کا مصرف

صرف یہ رہ گیا ہے کہ جھوٹی قسمیں کھائی جائیں۔ مردوں پر پڑھا جائے یا غلاف پہنا کر طاق میں رکھ دیا جائے۔ گویا قرآن کریم زندوں کے لئے نہیں مردوں کے لئے ہے یا قسمیں کھانے کے لئے ہے۔ ایسی حالت میں اگر مسلمان قرآن سے ناواقف نہ رہیں تو اور کیا ہو۔

دوسری بات خدا تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی ہے کہ انزلنا الیکم نورا مبینا قرآن میں دلیل ہی بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ اسے نور مبین بنایا ہے یعنی ایسا نور بنایا ہے جو رستہ دکھاتا ہے۔ یہ نور ایسا ہے جیسے سرچ لائٹ ہوتا ہے۔ سمندر میں چٹانوں پر روشنی کی جاتی ہے تاکہ آنے جانے والے جہازوں کو راستہ کا پتہ لگتا رہے۔ پس نور مبین کے یہ معنی ہیں کہ وہ نور جو صحیح رستہ بتاتا ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن محض تسلی ہی نہیں دیتا دلائل کے ساتھ بتایا ہے کہ کدھر جانا چاہئے۔ فرشتے موجود ہیں مرنے کے بعد خدا کی طرف کیا ایسے رستے ہیں بتایا ہے

بھی پر چل کر خدا تعالیٰ سے تعلق ہو جاتا ہے اور انسان تباہی سے بچ جاتا ہے۔ قرآن روحانی لحاظ سے سرچ لائٹ ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ ادھر چٹان ہے اگر ٹکراؤ گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔ ادھر سیدھا راستہ ہے اگر اس پر چلو گے تو منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے پس قرآن عمل کے لئے سیدھا طریق پیش کرتا ہے اور اسلام کو حقیقی طور پر ماننے والا دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ہی خوش نہیں رہتا بلکہ

اپنے ضمیر کے سامنے

بھی خوش ہوتا ہے۔ ایک ایسا شخص جو کسی ہندو یا دیگر مذاہب کے آدمی کے پاس جائے اور قرآن نے جو دلائل دیئے ہیں۔ ان سے کام لے کر کامیاب ہو جائے۔ تو وہ خوش ہو گا اور یہ خوشی دوسروں کے مقابلہ میں اسے حاصل ہو گی۔ مگر وہ اپنے آپ پر اسی وقت خوش ہو سکتا ہے جب خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا رستہ معلوم ہو جائے۔ پس قرآن نہ صرف غیروں کے سامنے خوش ہونے کے سامان اپنے ماننے والوں کے لئے مہیا کرتا ہے۔ بلکہ وہ رستہ بھی بتاتا ہے جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن جو قرآن کو نہ دیکھے نہ پڑھے۔ وہ نہ برہان سے واقف ہو سکتا ہے نہ نور مبین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے میں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے۔ جو تعلیم یافتہ تھے مگر کہتے تھے

قرآن کا سمجھنا

مشکل ہے اس لئے نہیں پڑھتے۔ مگر معلوم ہونا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کو نہایت آسان بنایا ہے۔ قرآن دراصل کئی جلوے رکھتا ہے۔ ایک وہ جلوہ ہے جو تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اس سے پھر ان کے لئے جو عالم ہوں۔ پھر ان کے لئے جو عارف ہوں۔ پھر ان کے لئے جو سالک ہوں اسی طرح ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بے شک قرآن نے بڑے بڑے مطالب اور نکات

تقویٰ اور معرفت سے وابستہ

ہیں مگر قرآن کا ایک جلوہ ہے جو ہر انسان کے لئے کھلا ہے۔ جوں جوں انسان غور کرتا ہے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ جلوہ نمایاں ہوتا جاتا ہے۔ پس یہ صحیح نہیں ہے کہ قرآن کچھ میں نہیں آتا۔ اگر سب لوگوں کے سمجھنے کے لئے قرآن نہ ہوتا تو اس میں یاایہا الناس نہ آتا بلکہ یا ایہا العلماء یا یاایہا الفقہاء آتا۔ یہی آیت دیکھ لو اس میں آتا ہے یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں غیر مسلموں کو بھی مخاطب کیا ہے

اب اگر قرآن کو نہ ماننے والے بھی اس کی باتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ تو پھر ماننے والے کیوں نہیں سمجھ سکتے

مسلمانوں کی ساری تباہی

کی وجہ یہی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم قرآن نہیں سمجھ سکتے حالانکہ عرب کے لوگوں نے جس وقت قرآن کو سمجھا اس وقت کی نسبت اب مسلمانوں میں تعلیم بہت زیادہ ہے اور تعلیم کے ترقی کر جانے کی وجہ سے آجکل کے جاہل بھی اس زمانہ کے جاہلوں کی نسبت زیادہ واقفیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دوسروں سے سن سنا کر بہت سی باتیں جواب تک ہیں معلوم کر لیتے ہیں۔ جیسے طاعون کا کیڑا ہے لاکھوں انسان ایسے ہیں جو ایک لفظ بھی نہیں پڑھے ہوئے مگر انہیں معلوم ہے کہ طاعون کا کیڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح زمین کا گول ہونا انہیں معلوم ہے پرانے زمانے میں یہ باتیں بڑے عالموں کو بھی معلوم نہ تھیں۔ پس اگر عرب کے جاہل قرآن کو سمجھ سکتے تھے تو آجکل کے لوگ کیوں نہیں سمجھ سکتے۔

ہر مسلمان کو چاہیئے

کہ قرآن کریم کو پڑھے اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے۔ عربی جاننے والوں پر قرآن کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں۔ مگر یہ مشہور بات ہے۔ کہ جو ساری چیز نہ حاصل کر سکے اُسے تھوڑی نہیں چھوڑ دینی چاہیئے۔ کیا ایک شخص جو جنگل میں بھوکا پڑا ہو اسے ایک روٹی ملے تو اسے اس لئے چھوڑ دینی چاہیئے کہ اس سے اس کی ساری بھوک دور نہ ہو گی۔ پس جتنا کوئی پڑھ سکتا ہو پڑھ لے اور اگر خود نہ پڑھ سکتا ہو تو محلہ میں جو قرآن جانتا ہو اس سے پڑھ لینا چاہیئے جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی

ترقی کا راز

قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ جب تک مسلمان اس کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں گے کامیاب نہیں ہوں گے۔ کہا جاتا ہے دوسری قومیں جو قرآن کو نہیں مانتیں وہ ترقی کر رہی ہیں۔ پھر مسلمان کیوں ترقی نہیں کر سکتے۔ بے شک عیسائی اور ہندو اور دوسری قومیں ترقی کر سکتی ہیں۔ لیکن

مسلمان قرآن کو چھوڑ کر

ہرگز ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی اس بات پر ذرا بھی غور کرے تو اسے اس کی وجہ معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ ہمیشہ دنیا کو ہدایت دینے کے لئے قائم رہے گی۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر قرآن کو خدا کی کتاب نہ ماننے والے بھی اس کو چھوڑ کر ترقی کر سکتے ہیں تو پھر کوئی قرآن کو نہ مانے گا۔ پس قرآن کی طرف مسلمانوں کو متوجہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ترقی کا انحصار قرآن کریم پر ہو۔ اگر عیسائی دنیا کے لئے کوشش کرتے ہیں تو انہیں ترقی حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے جو کوئی کوشش کرتا ہے اسے ہم دیتے ہیں۔ مگر مسلمان اگر قرآن کو چھوڑ کر کوشش کریں تو ان پر ذلت اور تباہی نازل کی جاتی ہے تا کہ ان کو محسوس ہو کہ یہ قرآن چھوڑنے کی سزا ہے اور انہیں توجہ پیدا ہو کہ قرآن کو چھوڑ کر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ دیکھو انسان اپنے بچے سے اور رنگ میں سلوک کرتا ہے اور غیر کے بچے سے اور طریق سے اگر کوئی اپنا آدمی بد تہذیبی سے کلام کرے گا تو ہم فوراً اسے ڈانٹیں گے۔ لیکن اگر کوئی عیسائی یا ہندو یہ کہے گا کہ میں قرآن کو خدا کا کلام نہیں مانتا تو اس پر ناراض نہیں ہوں گے۔ کیونکہ اس کا عقیدہ یہی ہے پس مسلمان جب تک قرآن پر عمل نہ کریں ترقی نہیں کر سکتے۔ آج اگر مسلمان کہلانے والے قرآن کا انکار کر دیں تو وہ دنیاوی طور پر کوشش کرنے سے اسی طرح ترقی کر سکتے ہیں جس طرح غیر مسلم قوام کر رہی ہیں۔ لیکن جب تک وہ

قرآن سے وابستہ

ہیں۔ اور قرآن کو خدا تعالیٰ کا کلام ماننے کے دعوے دار ہیں۔ اسے چھوڑ کر ترقی نہیں کر سکتے۔ اگر مسلمان قرآن کو چھوڑ دیں گے تو خدا الگ ہو جائے

کوئی اور قوم

کھڑی کر دے گا جو قرآن کو مان کر ترقی کرے گی مگر مسلمان کہلا کر قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلام مان کر [illegible] عمل نہ کیا جائے تو ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن کریم پڑھیں تا کہ اس کے مطالب سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

میں اللہ تعالیٰ سے

دعا

کرتا ہوں کہ جس نے مسلمانوں کو ایسی کتاب دی جس کے متعلق منکر بھی خواہش رکھتے تھے کہ کاش ایسی کتاب ہماری ہوتی وہاں مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ اور انہیں سمجھ دے۔ کہ یہ ایسی بے نظیر کتاب ہے کہ ذرا بھی انسان اس کی طرف توجہ کرے تو اس میں اسطرح محو ہو جاتا ہے جس طرح مست ہوتے ہیں۔

(الفضل [illegible])

تعلیم الاسلام مڈل سکول قادیان کا جلسہ تقسیم انعامات

قادیان ۱۸ اپریل۔ تعلیم الاسلام مڈل سکول قادیان کا جلسہ تقسیم انعامات مدرسہ احمدیہ کے صحن میں زیر صدارت مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے منعقد ہوا۔ جس میں تعلیم الاسلام سکول قادیان کے اساتذہ و طلباء کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے متعدد کارکنان نے شمولیت فرمائی۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو عزیز محمد انعام متعلم حافظ کلاس نے کی۔ عزیز مظہر الحق نے نظم پڑھی۔ بعد ازاں مکرم سردار کشن سنگھ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ٹیچر تعلیم الاسلام سکول نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ گو دوسرے بڑے بڑے سکولوں اور کالجوں کے اس قسم کے جلسے بڑے پیمانے پر ہوتے ہیں۔ مگر تعلیم الاسلام سکول واحد مڈل سکول ہے جس میں اس اہتمام کی تقریب منا کر طلباء کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

بعدہ مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ناصر فاضل بی۔ اے ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام سکول نے سالانہ رپورٹ پڑھی۔ آپ نے بیان کیا کہ سکول ہذا کی بنیاد ۱۸۹۸ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی۔ اس سلسلہ میں آپ نے سکول کے متعلق حضور علیہ السلام کی تحریرات سے بعض اقتباسات سنائے۔

مکرم ہیڈ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ اب تو سکول کی شاندار عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ اور جماعت کے مخیر اور مخلص دوستوں کی دلچسپی کے نتیجہ میں سکول کے ہر کمرہ میں بجلی کی روشنی اور پنکھوں کا انتظام ہے۔ سکول میں مروجہ مضامین کے علاوہ احمدی طلباء کے لئے دینیات کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہے۔

آخر میں انہوں نے سکول کے شاندار نتائج کا ذکر کرتے ہوئے [illegible] کے طلباء سرکاری طور پر بورڈ کے امتحان [illegible] سے نو سال سے سو فیصدی طلباء کامیاب ہوتے رہے ہیں [illegible]

اس کے بعد مکرم صدر صاحب [illegible] نے اردو [illegible]

ایک روایت ـ ایک امانت

رقم فرمودہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی بنت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہمیں ایک نہایت اہم اور قیمتی روایت برائے اشاعت موصول ہوئی ہے۔ جسے افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے (ادارہ)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ـ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

۱۴ر مارچ ۱۹۶۶ء

ایک روایت
ایک امانت

احتیاط کا پہلو مدنظر رکھنا سمجھیں یا میری کمزوری بوجہ حالات جانیں۔ بہرحال یہ روایت جو میں تحریر کر رہی ہوں کبھی اب تک ایک آدھ بار کسی عزیز کو سنانے کے علاوہ میری زبان پر نہیں آسکی۔ چند سال ہوئے ایک کاپی میں نوٹ کرلی تھی کہ زندگی کا اعتبار نہیں میرے ساتھ ہی نہ رخصت ہو جائے۔ اوّل ایام میں حضرت مسیح موعودؑ کے حیات طیبہ اور پھر حضرت خلیفہ اولؓ کی حیات میں زبان سے یہ بات نکل ہی نہ سکتی تھی۔ دل ہی گوارا نہ کرسکتا تھا۔ پھر حالات بگڑے جو سب پر روشن ہیں کہ یونہی الزام لگتے تھے حضرت اماں جانؓ پر اور خود حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی پر کہ خلافت کے خواہاں ہیں غرض کیا کیا الزام نہیں تراشے گئے کیسی کیسی بدگمانیوں کے نتیجہ میں زبان و قلم کے تیر ان قطعی بے گناہ وجودوں پر نہیں چلائے گئے۔ انہی وجوہ سے میں نہ تو لکھ سکی یہ بات اور نہ ہی زبان پر لاسکی۔ اب ایسی عمر ہے کہ کسی وقت کا پتہ نہیں کہ کب بلاوا آجائے تو آج خلافت ثانیہ کے ۵۰ سال کے بعد یہ امانت آپ کے سامنے حاضر کرتی ہوں۔

جب انجمن کا قیام ہو رہا تھا ان دنوں کا ذکر ہے کہ باہر کوئی میٹنگ انجمن کے ارکان کے انتخاب کی یا مقرر شدہ لوگوں کے قوانین وغیرہ کے متعلق ہو رہی تھی (کیونکہ انجمن بن رہی تھی یا بن چکی تھی یہ مجھے علم نہیں نہ ٹھیک یاد ہے) حضرت سیدنا بڑے بھائی صاحب باہر سے آکر آپ کو رپورٹ کرتے اور باتیں بتا کر جاتے تھے۔ آپ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا والے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ جب حضرت سیدنا بھائی صاحب آخری بار کچھ باتیں کر کے باہر چلے گئے تو آپ دالان کے صحن کی جانب آئے اور وہاں سے حجرہ میں جانے کے دروازہ کی جانب اترنے والی سیڑھی کے پاس آکر کھڑے ہو گئے حضرت اماں جانؓ پہلے سے وہاں کھڑی تھیں۔

میں حضرت مسیح موعودؑ کے پیچھے ساتھ ساتھ چلی آئی تھی اور پیچھے کھڑی ہو گئی۔ آپ کی پیٹھ کی جانب بالکل قریب اس وقت آپ جیسے سیدھے کھڑے تھے اسی طرح بغیر گردن موڑے کلام کیا مگر بظاہر حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے ہی مخاطب معلوم ہوتے تھے فرمایا:۔

"کبھی تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ محمود کی خلافت کی بابت ان لوگوں کو بتا دیں۔ پھر ہم سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء اپنے وقت پر خود ہی ظاہر ہو جائے گا!"

اسی ترتیب سے پہلے فقرہ میں ہمارا کہا دوسرے میں ہم فرمایا۔ اور غیر محسوس سے وقفہ سے یہ دوسرا فقرہ ادا فرمایا۔ مجھے قسم ہے اپنے مالک خالق ازلی و ابدی خدا کی جس کے حضور میں نے بھی اور سب نے حاضر ہونا ہے اور وہی میرا شاہد ہے۔ میرا حاضر و ناظر خدا جس کے پاس اب میرے جانے کا وقت قریب ہے کہ یہ سچ اور بالکل حق ہے کہ ان الفاظ میں ذرا فرق نہیں۔ مجھے ایک ایک لفظ ٹھیک یاد رہا اور ایسا کچھ خدا تعالیٰ کے تصرف سے میرے دماغ پر نقش ہوا اور دل پر لکھا گیا کہ میں بھول نہیں سکی۔ اس وقت بھی وہاں آپ کا کھڑا ہونا پیش نظر ہے آپ کی آواز اسی طرح کانوں میں آرہی ہے۔ اس طرح گویا میری چشم تصور آپ کو دیکھ رہی ہے۔ جیسے آج کی بلکہ ابھی کی بات ہو۔

پہلے یہ بھی مجھے خیال رہتا تھا کہ میں آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے جو چلی آئی تو شاید آپ کو علم نہ ہو کہ میں سن رہی ہوں مگر ممکن ہے اور بہت ممکن ہے کہ آپ نے میری آہٹ پالی ہو۔ میری چاپ سن لی ہو۔ کیونکہ اکثر آپ کے ساتھ ساتھ میں پھرا کرتی تھی۔

اور ویسے بھی میں قریباً آپ کی پشت مبارک کے ساتھ ہی تو لگی کھڑی تھی۔ آپ کی آواز یہ الفاظ یہ دونوں مندرجہ بالا فقرے بولتے ہوئے سرسری نہ تھی بلکہ بڑے ٹھہراؤ سے بڑے وقار و سنجیدگی سے آپ نے یہ بات کی۔ اور خصوصاً دوسرا فقرہ جب آپ نے بولا تو معلوم ہوتا تھا بہت دور کہیں دیکھ کر ایک عجیب سے رنگ میں یہ الفاظ آپ کے منہ سے نکل رہے ہیں۔ اس طرح آپ نے یہ فقرے ادا کئے جیسے اپنے آپ سے کوئی بات کر رہا ہو مگر ویسے میں یہی سمجھ رہی تھی کہ حضرت اماں جانؓ سے آپ مخاطب ہیں۔

اس بات کی بنا پر مجھے ہمیشہ سے یقین رہا ہے کہ خلافت محمود کے متعلق آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہو چکا تھا۔ والسلام

مبارکہ

(الفضل ۲۲/۳/۱۹۶۶ء)

سلسلۂ احمدیہ کے ممتاز خادم صاحبِ رویاء و کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضی اللہ عنہ کا سانحۂ ارتحال

(از محمد حفیظ بقاپوری)

سلسلہ احمدیہ کے ممتاز خادم صاحبِ رؤیا و کشوف و الہامات، اور مستجاب الدعوات بزرگ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری (جو راقم الحروف ایڈیٹر بدر کے حقیقی چچا بھی تھے) مورخہ ۱۶ر اور ۱۷ر مارچ ۱۹۶۲ء کی درمیانی شب تقریباً ۹۱ سال کی عمر میں لاہور میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ اواخر رمضان سے بیمار تھے اور بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اسی دوران میں بندشِ پیشاب کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا چنانچہ آپ کے منجھلے فرزند مکرم میجر ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب بقاپوری مورخہ ۱۱ر مارچ کو آپ کو بغرض علاج لاہور لے گئے۔ آپ کو کمپ متھ ملٹری ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ پہلے دو تین روز تو آپ کی طبیعت نسبتاً بہتر رہی اس کے بعد اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ اور بیہوشی طاری ہو گئی اور آپ ۱۶ر ۱۷ر مارچ کی درمیانی شب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا جنازہ بذریعہ ایمبولنس کار سوا سات بجے صبح ربوہ لایا گیا اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے ساڑھے دس بجے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں ربوہ کے کثیر التعداد احباب نے شرکت کی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ خاص میں دفن کرنے کی منظوری عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا کے مزار مقدس کی چار دیواری کے جانب غرب حضرت مولانا راجیکی صاحب مرحوم کے پہلو میں ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ اعلی اللہ درجاتہ فی الجنۃ۔

حضرت مولانا مرحوم رضی اللہ عنہ جامعیت میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کو ۱۸۹۷ء میں ہی بمقام لدھیانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اس کے بعد آپ گاہے گاہے قادیان حاضر ہوتے رہے۔ لیکن باقاعدہ بیعت کا شرف ۱۹۰۵ء میں حاصل کیا جبکہ .... محترم آپ کے بڑے بھائی راقم الحروف کے والد ماجد حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ ہی کے استخارہ اور مشورہ سے آپ نے حضرت اقدس کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۵ء تک سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باقاعدہ مبلغ کے طور پر آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں اس دوران میں پنجاب کے متعدد مقامات میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے علاوہ کچھ عرصہ بنگال میں اور پھر ایک لمبا عرصہ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک سندھ میں کامیاب مبلغ کی حیثیت سے کام کرنے کی سعادت حاصل کی جہاں حضور نے آپ کو امیر التبلیغ مقرر فرمایا۔ اور آپ کی مساعی سے بہت سی جماعتیں قائم ہوئیں ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۵ء تک آپ مہمان خانہ قادیان میں بطور ناظم منافع خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۲۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے کام کو ایک خاص تنظیم کے ماتحت چلانے کے لئے ایک پروگرام وضع فرمایا۔ اس کے تحت حضرت مرحوم کو نمایاں خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ چنانچہ اسی سال حضور نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بتاریخ ۲۷ر دسمبر ۱۹۲۲ء کو جو تقریر فرمائی اس کے آغاز میں حضور نے فرمایا:-

"تبلیغ کو باقاعدہ کرنے کے لئے اس سال میں نے تبلیغ کے حلقے مقرر کئے تھے بے شک ہر جگہ اور ہر ضلع میں ہم فی الحال آدمی مقرر نہیں کر سکتے تھے مگر پھر بھی جتنے آدمی اس کام کے لئے فارغ ہو سکتے تھے۔ اور جن کو مقامی طور پر کام نہ تھا ان کو مقرر کیا گیا۔ یہی وہ مبلغ اس کام کے لئے مقرر کئے گئے۔ ایک مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور دوسرے مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ...... تبلیغ کے متعلق جو یہ نیا انتظام مقرر کیا گیا ہے اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جن علاقوں میں یہ مبلغ مقرر کئے گئے ہیں ان میں بیداری پیدا ہو گئی ہے اور وہاں کے لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہو گئی ہے جو آئندہ داخل سلسلہ ہونے کی تیاری کر رہی ہے میں خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے بے نفس ہو کر کام کرنے والے آدمی دیئے ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کے اخلاص میں اور ترقی دے اور اور آدمی ایسے ہی آدمی دے ...... احسان فراموشی ہو گی اگر ہم ان مبلغوں کا قدر نہ کریں اور ان کے لئے دعا نہ کریں کہ خدا تعالیٰ ان کی تبلیغ کے اعلیٰ ثمرات پیدا کرے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ ہمیں کثرت سے دے اور اعلیٰ درجہ کے مخلص اور بے نفس انسان اس مقصد کے لئے پیدا ہوں۔"

(تقریروں کا مجموعہ "نجات" حصہ اول صفحہ ۳)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات سے جہاں سلسلہ کے ان دونوں اولین مبلغین کی بے لوث اعلیٰ خدمات پر روشنی پڑتی ہے وہاں ایک اور بات بڑی ہی پُرلطف اور روح پرور انداز میں اس طرح سامنے آتی ہے کہ آج جبکہ اس پر ۴۰ سال کا زمانہ گذرتا ہے اور سلسلہ کے یہ دونوں اولین بزرگ مبلغ یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں تو ان دونوں کی جگہ لینے والے سینکڑوں کی تعداد میں باقاعدہ واقفِ زندگی مبلغ اللہ تعالیٰ نے اپنے موعود خلیفہ کو عطا فرما دیئے ہیں جو حضور کے مقبول بندہ الٰہی ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

حضرت مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض صحبت اور احمدیت کی برکت سے رویاء و کشوف اور الہامات کی نعمت سے نوازا تھا آپ کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں مقبول تھیں۔ قبولیت کے متعلق اللہ کی طرف سے رویاء و کشوف اور الہامات کے ذریعہ اطلاع مل جاتی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد جب آپ نے مستقل طور پر ربوہ میں رہائش اختیار فرمالی تو آپ کا دولت خانہ مرجع خاص و عام بنا تھا احباب آپ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہو کر آپ کی پُر معارف باتوں اور دعاؤں سے فیضیاب ہوتے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ارشادات کی تعمیل و اطاعت میں ہی ہمیشہ اپنی سعادت سمجھی اور اس سلسلہ میں فدائیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام افراد کے ساتھ ہمیشہ محبت و عقیدت کے گہرے تعلق رہے اور اس مقدس خاندان کا ہر چھوٹا بڑا فرد حضرت مرحوم کو خاص احترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور تو اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دل میں جو آپ کی قدر و منزلت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ ۱۷ر مارچ کو جب آپ کا انتقال ہوا اور یہ رنجدہ خبر حضور انور کو ملی تو حضور کی طبیعت پر جو اس کا اثر ہوا وہ الفضل میں شائع شدہ اگلے روز کی ڈاکٹری رپورٹ سے ظاہر ہے۔ جو ان الفاظ میں شائع ہوئی :-

"کل دن بھر حضور کو بے چینی کی شدید تکلیف رہی جس کا باعث حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کی وفات کا صدمہ تھا۔"

سلسلہ کی راہ میں قابل قدر تبلیغی و تربیتی خدمات سرانجام دینے کے علاوہ "حیات بقاپوری" کے نام سے پانچ حصوں پر مشتمل ایک ایمان افروز کتاب بھی مرتب فرمائی۔ جو آپ کے سوانح حیات کے علاوہ آپ کے تبلیغی کارناموں، آپ کے روحانی تجارب رویاء و کشوف اور الہامات اور دعاؤں کی قبولیت کے ایمان افروز واقعات پر مشتمل ہے۔ ان پانچ حصوں میں سے منتخب واقعات کو انگریزی میں ترجمہ کر کے علیحدہ طور پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یہ حصہ افریقہ کی جماعتوں میں بہت مقبول ہوا۔ اسی کتاب حیات بقاپوری کے ایک مقام پر ہے کہ آپ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کی کہ "حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نرینہ اولاد بخشے تاکہ میرے بعد بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے۔ حضور نے فرمایا میں دعا کروں گا" دوسرے اور تیسرے روز پھر آپ نے حضور علیہ السلام سے ایسی ہی درخواست کی تو حضور نے فرمایا:-

"میں نے دعا کی ہے اور پھر بھی دعا کروں گا اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اولاد بخشے گا آپ تو اس طرح بات کرتے ہیں گویا آپ کی عمر اسی سال کی ہو گئی ہے۔ حالانکہ ابھی آپ کے ہاں کئی بچے ہو سکتے ہیں۔"

بظاہر یہ بات ایک عمومی طور پر تسلی کے رنگ میں معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اب جبکہ حضرت مرحوم اپنی لمبی عمر پا کر اللہ کو پیارے ہو گئے تو خدا کے مسیح کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی یہ بظاہر عمومی سی بات بھی ایک حقیقت بن کر مومنوں کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث بنتی ہے

ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی سال سے بھی زیادہ عمر عطا فرمائی جو ۹۱ سال کی ہوئی۔

۲۔ یہ عمر بھی اعلیٰ دینی خدمات میں گذری

۳۔ باوجود بڑی عمر ہو جانے کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد عطا فرمائی نہ صرف اولاد بلکہ آپؓ نے اپنی زندگی میں اولاد در اولاد بھی دیکھ لی چنانچہ اس وقت آپؓ نے اپنی اہلیہ محترمہ کے علاوہ تین فرزند مکرم محمد اسمٰعیل صاحب بقاپوری ملازم کراچی مکرم ڈاکٹر میجر محمد اسحٰق صاحب پشاور مکرم مبارک احمد صاحب بقاپوری ملازم کراچی) دو بیٹیاں (محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ سید عباس علی شاہ ربوہ۔ محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ محمد اشرف صاحب سوری ڈپٹی فارسٹ آفیسر راولپنڈی) اور ۱۶ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اپنی یادگار چھوڑے ہیں ——— اور یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ، دعا اور دعائی برکت ہے۔

حضرت مرحوم نے چونکہ خود بھی ساری عمر دین کی عملی خدمت میں گذاری اس لئے ایسی خدمت کو آپ خاص قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اپنے دیگر رشتہ داروں میں سے خاکسار اور خاکسار کی اولاد کے ساتھ اسی وجہ سے بہت زیادہ محبت اور الفت رکھتے کہ خاکسار کو دینی علم پڑھنے اور پھر عملی طور پر سلسلہ کی خدمت بجا لانے بالخصوص تقسیم ملک کے بعد قادیان ہی میں رہ کر مع اہل و عیال درویشانہ زندگی گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ چنانچہ جب بھی خاکسار کو یا خاکسار کے اہل و عیال کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا آپ کی طرف سے اسی امتیازی شفقت اور محبت کا پہلو غالب رہا۔ اور بعض اوقات تو حوصلہ افزائی کے رنگ میں فرماتے:-

"اپنے خاندان میں سے میرے والا کام تو دراصل تم ہی کر رہے ہو"

اور ساتھ ہی ساتھ خدمت دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق پانے کے لئے ہمارے حق میں دعا بھی فرماتے رہتے!!

حقیقت یہ ہے کہ ایسے خدا رسیدہ بزرگ کی وفات ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم رضی اللہ عنہ کو اپنے قرب خاص میں جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے اور آپ کے جملہ پسماندگان کو بلکہ ساری جماعت کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔

۴۔ دین و دنیا میں سب کا حافظ و ناصر ہو آپ کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جلد پر فرمائے۔ آمین۔

اخبار الفضل کے ذریعہ جب قادیان میں آپ کی وفات کی اطلاع پہنچی تو اس خبر کو تمام درویشان نے بڑے افسوس کے ساتھ سنا اور بیشتر احباب نے اس عاجز سے زبانی طور پر تعزیت فرمائی۔ اور محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل نے ۲۰ مارچ کو بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

——— (بقیہ)

سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

امروز قوم من نشناسد مقام من ٭ روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ٭ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ بر موقعہ جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۶۳ء

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو پنجاب کی ایک مقدس بستی قادیان میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں آپ نے دعویٰ فرمایا کہ آپ چودھویں صدی ہجری کے مجدد ہیں اور وہ موعود مسیح اور مہدی ہیں جس کے ظہور کے بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات موجود ہیں۔

پاکیزہ سیرت کے بارہ میں حضور کی تحدی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ و مطہر زندگی جو تقریباً اسی برس پر پھیلی ہوئی ہے روحانیت کا ایک ایسا گلزار ہے۔ جو عشق الٰہی، عشق رسول عربیؐ، محبت اسلام اور اخلاق فاضلہ کے پھولوں سے بھرپور ہے۔ حضور کی زندگی کا ہر وقت اور ہر پہلو ہی حضور کی صداقت کا ثبوت ہے اور ہمارے لئے نمونہ اور مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی پاک زندگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی زندگی کو جو ایک کھلی ہوئی کتاب کی حیثیت رکھتی تھی۔ مخالفین کے سامنے بطور حجت پیش کیا۔ اور مخالفین کو اس پر کسی پہلو سے بھی کوئی نکتہ چینی کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں

(الف) "میں چالیس برس تک تم میں ہی رہتا رہا ہوں اور اس مدت دراز تک تم مجھے دیکھتے رہے ہو کہ میرا کام افترا اور دروغ نہیں ہے۔ اور خدا نے ناپاکی کی زندگی سے مجھے محفوظ رکھا تو پھر جو شخص اس قدر مدت دراز تک یعنی چالیس برس تک ہر ایک افترا اور شرارت اور مکر اور خباثت سے محفوظ رہا۔ اور کبھی اس نے خلقت پر جھوٹ نہیں بولا۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ برخلاف اپنی عادت قدیم کے اب وہ خدا تعالیٰ پر افترا کرنے لگا"۔

(تریاق القلوب ایڈیشن دوم صفحہ ۱۵۱)

(ب) "اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طور پر پورا کر دیا ہے۔ کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو۔ کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے۔ وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے۔ اور تم کوئی عیب افترا یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا کون تم میں ہے۔ جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتدا سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے"۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن کے زمانے سے جانتے تھے مگر آپ کے دعوے کے بعد اشد ترین مخالف بن گئے۔ حضور کی پاکیزہ زندگی کے بارہ میں یوں شہادت دیتے ہیں:-

"مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رُو سے (واللہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار و صداقت شعار ہیں"۔

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۹)

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ۔ ناقل) اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔۔ ۔۔۔ اور اس کا مؤلف (حضرت مسیح موعودؑ۔ ناقل) بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے"۔

(اشاعۃ السنۃ جلد ۷ صفحہ ۶)

سچ ہے ؎

الفضلُ ما شہدت بہ الاعداءُ

سیرت مسیح موعودؑ کے دس نمایاں پہلو

اب میں وقت کی رعایت رکھتے ہوئے آپ حضرات کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ سیرت کے دس نمایاں پہلوؤں کے بارہ میں اختصار سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر ہمدردی اسلام اور اشاعت دین کا بے پناہ جذبہ و ولولہ تھا۔

۲۔ حضور کو اپنے دعویٰ پر مکمل یقین و اعتماد اور اپنے خداداد مشن کی تکمیل پر کامل یقین تھا۔

۳۔ حضور کو اللہ تعالیٰ سے کامل محبت تھی

۴۔ حضور کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بے نظیر عشق تھا۔

۵۔ حضور کو قرآن مجید سے خاص تعلق و عشق تھا۔

۶۔ حضور دوستوں سے نہایت ہی کریمانہ، مشفقانہ اور مخالفوں سے عفو کا سلوک فرماتے تھے۔

۷۔ حضور مہمانوں کا اکرام فرماتے تھے

۸۔ حضور کو مخلوق خدا سے بڑی ہمدردی تھی

۹۔ حضور کے اندر غیر معمولی قوت قدسی اور مقناطیسی کشش تھی۔

۱۰۔ حضور نے اپنے سلسلہ کی ترقی کی بشارات سنا کر ایمانوں کو بڑھایا۔

حضرات! اب میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت

کے ملاوہ ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے حضور کی زندگی کے کچھ واقعات اور آپ کی تحریرات کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے حضور کی مقدس شخصیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اور آپ روحانیت کا ایک پیکر اور اخلاق فاضلہ کا ایک مجسمہ نظر آتے ہیں۔

امر اول۔ ہمدردی اسلام اور اشاعت

اسلام کا بے پناہ جذبہ

اسلام کا دردناک اور درد انگیز نقشہ جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اسلام کی کیا حالت تھی؟ اس کا دردناک اور درد انگیز نقشہ حضور کے الفاظ میں ہی سنیئے۔ حضور فرماتے ہیں ؎

(۱) بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
اے خدا اے چارہ آزار ما
آنچہ او را میکرد دین احمد مختار نیست

(ب) ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین
مردم ذی مقدرت مشغول عشرتہائے خویش
خرم و خنداں نشستہ با بتان نازنین
عالماں را روز و شب باہم فساد از جوش نفس
زاہداں غافل سراسر از ضرورتہائے دین
ہر کسے از بہر نفس دون خود طرفے گرفت
دین احمد را ز خویش و اقرباء ہیچ کس نیست
کشتی اعدائے قرآن غلبت انصار دین

نیز فرمایا ؎

(ج) دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوش ہے ترا
کشتی اسلام کا بیڑہ ہے اس طوفان سے پار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطان کامیاب و کامگار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
کیوں نہیں لوگو تمہیں اس کا خیال
دین کے ہمدرد ہو کر پھر کرو گے اور ماجرا

اسلام کی اس دردانگیز حالت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے حضور یوں دعا مانگتے ہیں ؎

(د) دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج دکھا اس دین کے چمکانے دن
پھر بہار دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آ گئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن
تیرے ملنے کو اے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دنیا ہے یہ اور یہ دن ہیں لٹ جانے کے دن
اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار

حضور کی بعثت جب اسلام اس نازک دور میں سے گذر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خدمت دین کے لئے چنا اور فرمایا۔

" اے عزیزو! تم نے مجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا۔"
(تریاق القلوب صفحہ ۲۱۹)

امید زندگی کا پیغام تب آپ نے دنیا کو ایک امید اور زندگی کا پیغام ان الفاظ میں دیا کہ

(۱) "مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کرکے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں اور ان تمام دشمنوں کو جو اسلام پر حملے کر رہے ہیں ان نوروں اور برکات اور خوارق اور علوم لدنیہ کی مدد سے جواب دوں۔ جو مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔"
(برکات الدعا صفحہ ۲۲)

(ب) "اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا۔ جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ...... اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"
(فتح اسلام صفحہ ۱۵-۱۶)

(ج) حضور علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں ؎

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

(د) حضور علیہ السلام لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے ایک روحانی شان میں فرماتے ہیں کہ:۔

" جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اُس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اُس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے جو شخص میرے پاس آتا ہے ...... وہ اس روشنی سے ضرور حصہ لے گا۔ مگر جو شخص وہم اور بدگمانی سے دور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔"
(فتح اسلام صفحہ ۴۲)

نیز فرمایا۔

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
پشتی دیوار دیں اور مامن اسلام ہوں
نارسا ہے دست دشمن تا بفرق ایں جدار

تبلیغ اسلام کیلئے انتہائی جوش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر دین کیلئے کس قدر غیرت تھی اور تبلیغ اسلام کا کس قدر جوش تھا۔ اس کے اندازہ کے لئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ کی دو روایات ملاحظہ فرمائیں کہ

(۱) "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فطرت میں تبلیغ اسلام کا جوش اس قدر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ اس جوش سے میرا دماغ نہ پھٹ جائے۔"
(حیات النبی صفحہ ۱۵)

(ب) "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا میری جائداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے۔"
(حیات النبی صفحہ ۱۶)

دنیوی اقتدار سے نفرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اور تبلیغ اسلام کے جوش کو دیکھ کر بعض ناعاقبت اندیشوں نے یہ اعتراض کیا کہ نعوذ باللہ آپ دنیوی اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ایسے بدخواہوں کے شکوک و اعتراضات کا جواب اشعار میں یوں دیا اور فرمایا ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار
ابن مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

مجلس میں سادگی انبیاء اللہ اور ان کا معمول تو ایک طرف رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو مجلس میں بھی اپنے لئے کوئی نمایاں جگہ پسند نہ فرماتے تھے۔ احباب میں مل جل کر نہایت ہی سادگی سے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات نو وارد کے لئے آپ کو شناخت کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ حضور کون سے ہیں اور کس مقام پر تشریف فرما ہیں؟ چنانچہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

"جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع چند خدام کے بابا صاحب گورو نانک رحمۃ اللہ علیہ۔ نانک کا چولہ دیکھنے کے لئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تو وہاں ایک بڑ کے درخت کے نیچے کچھ کپڑے بچھا کر جماعت کے لوگ مع حضور بیٹھ گئے۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی ہمراہ تھے۔ گاؤں کے لوگ حضور کی خبر سن کر وہاں جمع ہونے لگے تو اُن میں سے چند آدمی جو پہلے آئے تھے مولوی محمد احسن صاحب کو مسیح موعود خیال کرکے اُن کے ساتھ معانقہ کرکے بیٹھتے گئے۔ تین چار آدمیوں کے معانقہ کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ اُن کو دھوکا ہوا ہے۔ اس کے بعد مولوی محمد احسن صاحب ہر ایسے شخص کو جو اُن سے معانقہ کرتا تھا حضور کی طرف متوجہ کر دیتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ ہیں۔"
(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۲۹۸)

حضرات! چونکہ انبیاء کرام کی مجلس بالکل سادہ اور ہر قسم کے تکلفات سے پاک ہوتی ہے اور سب لوگ محبت کے ساتھ باہم ملے جلے بیٹھے رہتے ہیں اسلئے اجنبی آدمی بعض اوقات ظاہری طور پر دھوکا کھا جاتا ہے۔ اسی قسم کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے موقعہ پر پیش آیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ بنی عمرو بن عوف کے ہاں اُترے۔ آنحضرت تو خاموشی سے تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے رہے۔ انصار کے وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا ہوا تھا۔ آتے تو حضرت ابوبکرؓ کو سلام کرتے اور بیٹھ جاتے۔ لیکن جب آنحضرت صلعم پر دھوپ آئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اُٹھ کر اپنی چادر سے حضور پر سایہ کر دیا اُس وقت لوگوں کو علم ہوا۔ کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔"
(بخاری کتاب الہجرت)

(باقی آئندہ)

شذرات (۲) از مکرم مولوی کلیم اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

الزام تراشی اور عیب گیری

کہتے ہیں کہ عورتیں الزام تراشی اور عیب جوئی میں تمام مخلوقات پر فوقیت رکھتی ہیں۔ واقعی یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کبھی دو عورتوں میں ذرا کھٹ پٹ ہو جاتی ہے۔ تو دونوں کی زبان سے ایک ہی بات نکلتی ہے۔ تو ایسی ویسی۔ ان خدا کی بندیوں میں سے کوئی بھی ذرا صبر و تحمل سے دوسرے کی بات نہیں سنتی۔ اور دوسرے پر جوابی وار کرنے کی بجائے اس کی غلط فہمی کے ازالہ کی کوشش نہیں کرتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بات بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور فائدہ کچھ نہیں ہوتا گھر میں آگ لگتی جاتی ہے اور یہ اُس پر اور تنکے ڈالتی جاتی ہیں۔

یہی حال عیب جوئی کا بھی ہے۔ چند عورتوں کے اکٹھے ہونے کی دیر ہے کہ بس گڑے مردے اکھڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔

آجکل ہم ہندوستان اور پاکستان کے ریڈیو سنتے ہیں تو ایسا شبہ ہونے لگتا ہے کہ یہ دونوں ابھی ابھی کسی زنانہ مدرسہ سے نکل کر آئے ہیں۔ پاکستان ہندوستان کو مورد الزام ٹھہراتا ہے اور ہندوستان پاکستان کو۔ بس اسی نوک جھونک میں خبروں اور تبصروں کا وقت ختم ہوتا ہے ان دونوں میں سے کسی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ صبر و تحمل سے دوسرے کا اعتراض سنے اور مدلل طور پر اس کی غلط فہمی کا ازالہ کر دے۔

اگر یہ دونوں ریڈیو سٹیشن بجائے ایک دوسرے پر الزامات کی فہرست پیش کرنے کی بجائے اپنے اپنے ملک کی اقلیت کے دلوں میں حوصلہ و جرأت پیدا کرنے کی کوشش کریں تو دونوں طرف بہت جلد اتحاد و یکجہتی کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ آج کل ان دونوں ممالک کی کشیدگی کے باعث امن عالم کو زبردست خطرہ لاحق ہو گیا ہے اس لئے دونوں ملکوں کے ریڈیو کا رویہ بہت محتاط ہونا چاہیئے۔ ظلم و سفاکی، درندگی کی خبروں کی اشاعت سے آخر کیا فائدہ ہوتا ہے۔ سوا اس کے کہ دونوں ممالک کے شر پسند ملنا سرگوشت خفتہ سے ہے۔ قرآن پاک نے فتنہ انگیزی کی ممانعت فرمائی ہے۔ ہم ان دونوں ریڈیو سٹیشنوں سے عرض کرتے ہیں کہ یہی وقت ہے قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرنے کا ہے دونوں حکومتوں کو چاہیئے کہ وہ خبر جس سے ملک کی سالمیت متاثر ہوتی ہو۔ یا داخلی امن برباد ہو سکتا ہو۔ ہرگز نشر نہ ہو اس کی اشاعت نہ کریں جس سے معاملات بگڑیں۔

ہوتے ہیں۔ جو حکومت کے ملے کرنے کے ہوتے ہیں۔ عوام کی دخل اندازی سے بات اور بگڑ جاتی ہے۔ اس ذلت سندھ پاک اقلیتوں کا مسئلہ بھی نازک موڑ پر آیا ہوا ہے۔

ذبیحہ یا جھٹکہ

بمبئی کے مسلم اخبارات نے اس خبر پر بڑی مسرت کا اظہار کیا کہ میونسپل کارپوریشن بمبئی میں مشین کے ذریعہ جانوروں کے ذبح کرنے کی موافقت و مخالفت میں جو بحث ہونے والی تھی وہ ملتوی ہو گئی ہے۔

مسلمانوں کی اس خوشی پر ہر مزاج شناس آدمی کو حیرت ہو گی۔ مسلمان بھول گئے کہ ہمارے بزرگ آبا و اجداد نے یہ مثل بو کہی ہے کہ "بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟" یہ مثل بے معنے نہیں ہے اس میں غالب و مغلوب اور اکثریت و اقلیت کے تعلقات کا فلسفہ سمجھایا گیا ہے۔

ہندوستان کو اس بات پر فخر کرنا چاہیئے کہ ان کے ارباب سیاست بڑے تجربہ کار جہاندیدہ اور نبض شناس ہیں۔ انہیں ایک قوم کو دوسری قوم میں مدغم کرنے اور ایک تہذیب کو دوسری تہذیب میں ضم کرنے کا گر خوب آتا ہے۔ مسلم پرسنل لاء کے بعد اب یہ آواز اٹھی ہے کہ اسلامی شریعت نے کھانے پینے کے متعلق مسلمانوں کو حلال و حرام کی جو تعلیم دی ہے وہ غیر ضروری ہے۔ مسلمانوں کو ملت و حرمت کا خیال دل سے نکال لینا چاہیئے مسلم پرسنل لاء کے خلاف پروپیگنڈا آج کل فیشن میں داخل ہو گیا ہے۔ اسی لئے وہ پیدائشی مسلمان جن کو عیش و عشرت کے سوا کوئی کام نہیں۔ احمد حسین کی نفس پرستی میں "ایک زوجگی" کے قانون سے کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اس اسلامی تعلیم کے خلاف بول کر ترقی یافتہ لوگوں میں اپنا نام لکھوا لیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ایک سے زیادہ بیویاں نہ ملیں تو نہ سہی دیکھ بھال لڑکیاں تو بہت مل جائیں گی اب مشین کے ذریعہ جانور کاٹنے کا مسئلہ اٹھایا گیا ہے۔ ہمیں تو توقع رکھنی چاہیئے کہ وہ لوگ جو یورپ جا کر یہ نعارت میں بھی نہ ایسا ہی گوشت استعمال کرتے رہتے ہیں وہ ضرور مشین نصب کرنے کی تائید میں ایک دو بیان دے دیں گے۔ وہ گئی اپنی مرکزی یا ریاستی حکومت تو اس کی سادہ مزاجی سے بھی امید رکھنی چاہیئے کہ وہ سرسید جیسے ہیں کو مسلم نمائندے کا بیان تسلیم کرے گی۔ ہندوستان

مسلمانوں کو اکثریتی فرقے میں مدغم کرنے کیلئے یہ ایک دانشمندانہ حیلہ جاری ہے۔ شدھی تحریک کا دور ختم ہو گیا۔ یہ دور تہذیب و ثقافت کا ہے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھانا چاہتی ہے۔ لیکن ان تمام کشمکشوں کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ چھوٹے اور بڑے سبھوں کو اپنی اپنی انفرادی خصوصیات کے ساتھ اس روئے زمین پر جینے کا حق ہے۔ اگر انسان کسی کو اس حق سے محروم کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو قدرت ایسے مظلوموں کی امداد کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی۔

بقر عید کی چھٹی

حکومت مہاراشٹر نے بقر عید اور عید میلاد النبی کی رخصت منسوخ کر دی۔

میرا خیال ہے کہ یہ حکومت مہاراشٹر کی "عظیم جہانبانی" کا مطلع ہے۔ اس کا مقطع یہ ہوگا کہ اس ریاست کے مسلمانوں کو رسم بقر منانے کا کوئی حق نہیں اور کچھ یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ اس ترقی یافتہ زمانے میں جانوروں کی قربانی کا کیا سوال۔ اب تو اس میدان میں انسان کو ترقی کرنی چاہیئے اور خدا یا مذہب کے نام پر جانوروں کی بجائے انسانوں کی قربانی دینی چاہیئے۔ افسوس یہ کہ مسلمان ابھی تک اپنے کو "انسانی سماج" کا ایک ممبر سمجھتے ہے۔ اور جب تقسیم حقوق کا سوال آتا ہے تو یہ بھی کاسۂ گدائی لے کر کھڑا ہو جاتا ہے ہم ان پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر اس کو ہندوستان میں عزت و آبرو کے ساتھ رہنا ہے تو اس کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر "ڈاکٹر امبیدکر" کو "ملدم عبدالامجی" پر "رام نومی" کو ترجیح دینی ہوگی حکومت مہاراشٹر کے ۶۴ء والے کیلنڈر نے ہماری توجہ اسی نکتہ کی طرف مبذول کرائی ہے۔

سوئمنگ باتھ پر ستیہ گرہ

بمبئی ایک ایسا شہر ہے جہاں جنت اور جہنم کے نظارے پہلو بہ پہلو دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگر یہاں ملابار ہل، میرن ڈرائیو، چرچ گیٹ اور فورٹ کی شاندار عمارتیں ہیں جن میں لاکھوں خوشحال لوگ رہتے ہیں۔ تو اسی بمبئی میں لاکھوں خانہ بدوش بھی ہیں جن کے پاس سر چھپانے کو جگہ نہیں۔ یہ لوگ اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے ہیں۔ اور جہاں کوئی پرتی زمین نظر آتی ہے وہاں ڈیرا ڈال دیتے ہیں۔ بوسیدہ لکڑیاں اور زنگ آلود ٹینوں کی دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں۔ یہ ان کا گھر ہوتا ہے۔ اس کو بمبئی کی اصطلاح میں "جھونپڑ پٹی" کہتے ہیں۔ ان جھونپڑ پٹیوں کو دیکھ کر پہلے یہ خیال ہوتا ہے کہ ان میں جانوروں کے ریوڑ رہتے ہوں گے۔ لیکن جب نزدیک جا کر دیکھتے ہیں تو ان میں جانوروں کی بجائے انسان نظر آتے ہیں۔ یہ تو عروس البلاد بمبئی کے مکانات اور مکینوں کے دو نظارے ہیں۔ اب ذرا طبقاتی امتیاز کا حال سنیئے۔

یہ شہر سمندر کے کنارے کنارے آباد ہے۔ دراصل یہ تو بحر عرب کے تین جزیرے ہیں جنہیں آپس میں ملا کر ایک شہر بنایا گیا ہے۔ انگریزی راج میں سمندر کے کنارے کئی سوئمنگ باتھ بنائے گئے تھے۔ جہاں جا کر اس کے ممبر نہاتے اور تیراکی کا لطف اٹھاتے تھے۔ انگریز طبقاتی امتیاز اور فرقہ وارانہ جذبات کا مددگار تھا۔ اور اس راج میں کلب بھی خاص خاص قوموں کی طرف منسوب تھے۔ اور دوسری قوم کے کسی آدمی کو اس میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اب ہندوستانیوں کا شعور اختیار زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتا چنانچہ دس پندرہ دنوں سے بریچ کینڈی کے سوئمنگ باتھ پر کانگریسی رضاکاروں نے ستیہ گرہ شروع کر دی ہے۔ اور اب سوشلسٹ پارٹی نے یہ دھمکی دی ہے کہ اگر پُر امن کانگریسیوں کا یہ احتجاج مؤثر ثابت نہیں ہوا تو اس پارٹی کے دو ہزار رضاکار زبردستی اس سوئمنگ باتھ میں گھس جائیں گے۔ اور اس پر قبضہ کر لیں گے۔

اس کے بعد ایک ہندو کلب کی باری آنے والی ہے۔ جو چوپاٹی پر ہے اس کلب کا بھی کوئی غیر ہندو ممبر نہیں بن سکتا۔ قانونی اعتبار سے یہ تحریک گاندھی ازم اور دستور ہند کے مطابق نظر آتی ہے۔ لیکن ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بلکہ ہر پاکباز شہری کو ایسے کلبوں سے دور ہی رکھے۔ نام کے اعتبار سے تو ایک "سوئمنگ باتھ" ہے۔ لیکن

درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے

دُہری حکومت

کہتے ہیں جمہوریت سے زیادہ بھدی، بے ڈھنگی اور بدوضع کوئی دوسری طرز حکومت نہیں۔ لیکن جہاں تک عدل و انصاف کے تقاضوں اور انسان کے بنیادی حقوق کا سوال ہے۔ جمہوریت سے زیادہ مفید کوئی دوسری طرز حکومت بھی نہیں۔ جمہوریت کی کامیابی عوام کی بیداری مغزی اور میدانِ عدالت کے قیام کی دلیل ہوتی ہے۔

لیکن واقعی یہ نظام حکومت اس وقت

خدمتِ دین کا ایک زرّین موقعہ!

اور

قیامت تک ثواب میں اضافہ ہوتا رہنے کا مستقل پروگرام

ہمارے اکثر مخلصین جب اپنے بزرگوں کے واقعات پڑھتے یا سنتے ہیں تو دل میں ایک عجیب تڑپ محسوس کرتے ہیں کہ کاش اس زمانہ میں وہ ہوتے تو انہیں بھی وہ مواقع ہاتھ آتے جو ان بزرگوں کو خدمات کے ملے لیکن وہ اگر غور کریں تو خدمت اسلام و دین کے زرین مواقع اب بھی موجود ہیں۔ اور ان سے فائدہ اٹھا کر وہ اب بھی ہمیشہ ہمیش کی زندگی پا کر آئندہ نسلوں کی دعائیں حاصل کر سکتے ہیں۔

گزشتہ دنوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم فرمودہ مدرسہ احمدیہ کی تاریخی عمارت کے لئے چندہ کی تحریک شائع ہوئی تھی۔ جس میں یہ صراحت تھی۔ کہ صدر انجمن احمدیہ کے حالیہ فیصلہ کی رو سے ایسے احباب جو باوجود خواہش کے ایک کمرہ کی پوری رقم ادا کرنے کی طاقت نہیں پاتے۔ وہ خود اکیلے یا سارا خاندان مل کر یا ساری جماعت مل کر کم از کم مبلغ ۵۰۰/- روپے اس تحریک میں ادا کر دیا گئے تو ایسے دوست یا خاندان یا جماعت کے نام سنگ مرمر کی پلیٹ پر بطور مستقل یادگار اور دعا کے لئے سکول کی عمارت پر کندہ کروائے جائیں گے۔

مدرسہ احمدیہ جس کی عمارت کے لئے اس چندہ کی تحریک کی گئی ہے ایک ایسی دینی درسگاہ ہے جس سے تا قیامت اسلام اور احمدیت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے مبلغین تیار ہوتے رہیں گے۔ اور ابدالآباد تک ان مبلغین کے ذریعہ جو سعید روحیں احمدیت کے نور سے منور ہوں گی تعمیر بلڈنگ مدرسہ احمدیہ میں حصہ لینے والے بھی ان کے اس ثواب میں ہمیشہ ہمیش کے لئے شریک رہیں اور ان کی طرف سے یہ صدقہ جاریہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

سو ایسے مخلصین جماعت جو خدمتِ دین کے لئے اپنے دلوں میں ایک سچی اُمنگ اور تڑپ رکھتے ہیں انہیں اس اعلان کے ذریعہ آگاہ کیا جاتا ہے کہ سیدنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے اس زمانہ میں آنحضرت صلعم اور دین اسلام کی نصرت و حفاظت کے لئے مبلغین کی روحانی فوج جس قومی درسگاہ سے تیار ہو رہی ہے اس کی تعمیر کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔

جو دوست خود یا مل کر ایک کمرہ کے پورے اخراجات مبلغ ۷۰۰۰/- روپے ادا کر سکتے ہوں وہ یہ ادا کریں اور جو خود یا مل کر مبلغ ۵۰۰/- روپے یا اس سے زیادہ دے سکیں۔ وہ ایسا کریں اور جو باوجود خواہش اور کوشش کے اس قدر اعانہ کر سکتے ہوں۔ وہ زیادہ سے زیادہ جس قدر ممکن ہو قومی درسگاہ کے لئے چندہ دے سکتے ہوں دیکر خدائی فضلوں کے وارث بنیں۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ جملہ احباب جماعت کو خدمتِ دین کے اس نادر موقع سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

ناظر بیت المال قادیان

بقیہ صفحہ ۱

اقلیتی فرقوں کے لئے بڑا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ جب اکثریتی طبقے کے ممبر ضد اور تعصب پر اتر آتے ہیں۔ اور عدل و انصاف سے کام لینے کی بجائے اپنی تجاویز منوانے پر زیادہ زور دینے لگتے ہیں۔ ہر جمہوری نظام کے ماتحت رہنے والی اقلیتوں کو آئے دن اس قسم کے تلخ تجربات ہوتے رہتے ہیں لیکن ہندوستان کے اکثریتی فرقے نے زعم اکثریت میں جس طرح اپنا نظام حکومت سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ بمبئی کی ہندو مہاسبھی نے یہاں کے گنجان بستی کے بڑے بڑے ہوٹلوں سے باز پرس کی ہے کہ ان میں بڑے جانوروں کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے یا نہیں؟

قانونی نقطۂ نگاہ سے ایک ہندوستانی اپنے اعمال و افعال کا "دستور ہند" کے سامنے جواب دہ ہے۔ نہ ہندو مہاسبھا یا جن سنگھ کے سامنے۔ مگر یہ ہندوستانی جمہوریت کا نیضان ہے کہ یہاں ملک کا ایک مخصوص طبقہ "دستور ہند" کے علاوہ ہندو مہاسبھا جن سنگھ جیسے فرقہ پرست عناصر کے سامنے بھی اپنے اعمال کا جواب دہ سمجھا جاتا ہے۔

درخواست دعا

میرا لڑکا رفعت احمد بیمار ہے اور اب نویں جماعت کا امتحان قریب ہے۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالےٰ عزیز کو جلد صحت یاب فرمائے اور امتحان میں کامیاب فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

محمد عارف خان ایم۔ اے۔ بی۔ ایچ بٹ پورہ

برائے داخلہ مدرسہ احمدیہ قادیان

احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان توجہ فرمائیں

صدر انجمن احمدیہ قادیان مبلغین سلسلہ کی ضرورت کے پیش نظر ہر تعلیمی سال کی ابتداء میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء کو داخلہ مدرسہ احمدیہ میں کرتی رہی ہے۔ لہذا اس سال بھی اس ضرورت کی تکمیل کے لئے طلباء درکار ہیں۔ اس لئے احباب جماعتہائے ہندوستان سے درخواست ہے کہ اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ کے داخلہ کے لئے مرکز میں بھیجیں۔ داخلہ فارم نظارت ہذا سے ۲۵ مارچ ۶۴ء تک حاصل کر کے مکمل اور صحیح خانہ پری کے بعد ۱۰ اپریل ۶۴ء تک نظارت ہذا کو پہنچ جانا چاہئیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ و ضروری ہیں

(۱) بچے کی تعلیم کم از کم مڈل اسٹینڈرڈ تک ہونی ضروری ہے
(۲) بچہ اردو زبان بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہو۔
(۳) نیز قرآن کریم ناظرہ روانی سے پڑھ سکتا ہو۔

نوٹ:۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے چار وظائف بھی مقرر ہیں جو طالب علم کی ذہنی، اخلاقی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیئے جائیں گے خواہشمند احباب مقررہ تاریخ تک فارم پُر کر کے نظارت ہذا کو ارسال کریں۔

(ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

نصرت گرلز سکول قادیان کیلئے

بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ مسٹرس کی ضرورت

تقسیم ملک کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان نے جب نصرت گرلز اسکول کو از سر نو قائم کیا تو استانیوں کی ضرورت ان مخصوص حالات میں ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا حل کرنا نہایت دشوار تھا۔ تاہم صدر انجمن احمدیہ اور نظارت تعلیم نے بہ ہزار مصائب مدرسہ مذکورہ کے لئے استانیاں فراہم کیں۔ لیکن ان میں اکثر "ان ٹرینڈ" تھیں۔ جنہوں نے محنت و جانفشانی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی تو کی۔ لیکن جب تین چار سال قبل محکمہ تعلیم نے مدرسہ کی مستقل منظوری کے لئے یہ پابندی عائد کر دی کہ مدرسہ میں ٹرینڈ استانیاں تعلیم دیں تو نظارت تعلیم کو پھر اس سلسلہ میں تگ و دو کرنی پڑی۔ اور گزشتہ تین چار سال میں اس کمی کو بھی کسی قدر پورا کیا۔ اگر ہیڈ مسٹرس کے عہدے کے لئے نظارت تعلیم ہنوز کوشاں ہے۔ اور اس کے لئے اب تک کوئی مناسب استانی نہیں مل سکی۔

لہذا جماعتہائے ہندوستان کی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی بہنوں سے گذارش ہے کہ وہ مرکز کی اس اہم ضرورت کی تکمیل کے لئے پیشقدمی فرما کر ثواب دارین حاصل کریں اس سلسلہ میں خواہشمند بہنیں مزید تفصیلات کے لئے نظارت ہذا سے رجوع کریں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

نوٹ:۔ مدرسہ مذکورہ بالا کی ہیڈ مسٹرس کو مشاہرہ گورنمنٹ کے گریڈ [illegible] کے مطابق دیا جائے گا۔

فتح و ظفر کے پچاس سال

(بقیہ صفحہ ۲)

(۲) جس کی معرفت کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہامی فیض سے بہت بسیط اور عمیق کر دیا ہو"

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب تفسیر اپنی تفسیر میں نمایاں طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نمائندگی کرنے والا ہو جیسا کہ حضور نے اپنے الفاظ:-

"یہ (یعنی تفسیر القرآن) میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اُس سے جو میری شاخ اور مجھ میں ہی داخل ہے"

کی صراحت سے مترشح ہوتا ہے

جناب مولوی محمد علی صاحب کی دونوں تفاسیر اردو اور انگریزی میں کسی جگہ بھی تو موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود کو اسلام کی زندہ صداقت کے طور پر واضح رنگ میں پیش نہیں کیا بلکہ ہر ایسے مقام پر مجرمانہ گریز ہی سے کام لیا ہے۔ پس اس صورت میں یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ موصوف کی تفسیر حضور علیہ السلام کے منشاء کو پورا کرنے والی تفسیر ہے ... علاوہ ازیں:-

(۱) "وہ منتخب آدمی بھی نہیں" (۲) اور نہ کبھی انہیں اس بات کا دعویٰ ہوا ہے کہ

(۱) "وہ ایک دریا معرفت کا اپنے صدر منشرح میں رکھتے ہیں" اور نہ

(ب) یہ کہ ان کی معلومات کو خدا تعالیٰ نے الہامی فیض سے وسعت دی اور عمیق ہو گئے ... اور نہ ہی ان دونوں باتوں کا ثبوت ان کی تفاسیر سے ملتا ہے۔ مولوی صاحب نے جو تفسیر نویسی کے لئے "مغز ماری" کی وہ بس سابقہ تفاسیر کے حوالوں کی نقل اور کسی قدر ان کی تشریح ہے اس سے زیادہ نہیں ...!!

اس کے برعکس سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ:

۱۔ جماعت کی طرف سے خدا تعالیٰ کے منتخب فرد ہیں

۲۔ خدا تعالیٰ نے بطور خاص علوم روحانی سے ایک وافر حصہ آپ کو عطا فرمایا۔

اور قرآنی معارف کے بیان کرنے میں خصوصیت سے آپ کو امتیاز بخشا گیا۔

۳۔ خدا تعالیٰ نے اپنے الہامی فیض سے حضور کے معلومات میں جو وسعت حاصل ہوئی ہے اور کلام اللہ کے معارف دقیقہ جس رنگ میں آپ پر کھولے گئے وہ ایک مکمل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مختلف مواقع پر اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے حضور نے جو نکات قرآنیہ اور معارف قرآنیہ بیان فرمائے ہیں ایک الگ سمندر ہے ان کے علاوہ تفسیر کبیر کے نام پر جو کلام اللہ کے حقائق و معارف منصۂ شہود پر آ چکے ہیں وہ آفتاب آمد دلیل آفتاب کا رنگ رکھتے ہیں۔ تفسیر کبیر عصر حاضر کے جمیع تقاضوں کو احسن طریق پر پورا کرنے والا ایک نایاب تحفہ ہے اس کی افادیت کا اعتراف بڑے بڑے تعلیم یافتہ اشخاص کر چکے ہیں جن کے تفصیلی اسماء کا ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

الغرض یہ سب خدا کی فعلی شہادت ہے اُس بشارت کے حق میں جو آج سے ۷۸ سال قبل خدا تعالیٰ نے اپنے بندے مسیح موعود کو اُس موعود بیٹے کے متعلق دیتے ہوئے اُسے

فتح و ظفر کی کلید

قرار دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا" اور اس کے وجود سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ اور اب جبکہ اس مقدس وجود کی خلافت پر پچاس سال کا زمانہ گذرتا ہے اس کے یہ سب کارنامے دنیا کے سامنے ہیں ان کو دیکھ کر کون ہے جو ان خدائی باتوں کی صداقت سے انکار کر سکے!!

(۱۷)

ملکی تقسیم کے وقت جب حالات کی مجبوری سے احمدیت کے دائمی مرکز قادیان سے اس کی اکثر آبادی کو یہاں سے جانا پڑا تو جماعت کے لئے یہ ایک بڑے امتحان کا وقت تھا مگر خدا تعالیٰ نے اس اولوالعزم مظہر برحق کے ذریعہ دوسری قدرت ثانی کا کرشمہ دکھایا ... ایک طرف ترک وطن کرنے والے بے سہارا، منتشر احمدیوں کو اُس مبارک وجود کے ذریعہ ایک نئے اور فعال مرکز میں جمع کر دیا اور دوسری طرف جماعت کے دائمی مرکز قادیان کے مقدس حلقہ کو نازک وقت میں بھی احمدیوں سے آباد ہی رکھا ...!!

ترک وطن کر چکنے کے بعد اس مبارک وجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کی جمعیت کو خشک پہاڑوں کے دامن میں ایک بے آب و گیاہ مقام پر ربوہ کے نام سے ایک نیا پُر رونق شہر بسا دینے کی جو توفیق دی اس شہر کی ایک ایک اینٹ اور اس سرزمین سے اُگنے والے درختوں کا ایک ایک پتہ مصلح موعود کے مبارک وجود کی تقرب الی اللہ کی بلند شان کی منہ بولتی تصویر ہے۔

اسی طرح خود قادیان کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حضرت مصلح موعود کی بیدار مغز روحانی قیادت سے نہ صرف یہ کہ نازک وقتوں میں احمدیوں سے ایک حد تک آباد رکھا بلکہ ہندوستان کے وسیع و عریض ملک میں خالص روحانی بنیادوں پر امن و صلح کے مقدس اصولوں پر مشتمل اسلام و احمدیت کی اعلیٰ تعلیم کو اپنے ہم وطنوں کے سامنے رکھنے کی بے نظیر سعادت بخشی ... اگرچہ آپ خود ایک دوسرے ملک میں فروکش ہیں۔ مگر حضور کی روحانی برکات اور اعلیٰ درجہ کی اصولی تعلیمات کے مطابق زندگی گذارنے کی تلقین اور شبانہ روز درد بھری دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اس جماعت کو ملک کا سنجیدہ طبقہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے پیش کردہ اصولوں کی گہرائی اور جماعت کی صلح کُل پالیسی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ...!!

اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہند و پاکستان دونوں جگہ احمدیت کے لئے روحانی فتح و ظفر کی کلید بنا کر دکھا دیا ...!!

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّاُولِی النُّھٰی ...!!

خبریں

نئی دہلی ۲۳ر مارچ۔ مرکزی وزیر خوراک سردار سورن سنگھ نے آج ملک میں گندم کی نقل و حرکت کے سلسلہ میں ۹ زون (حلقے) بنانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ زون فوری طور پر قائم کئے جا رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ایک خطہ سے دوسرے خطہ کی گندم اور گندم کی اشیاء کی برآمد اور ایک خطہ میں دوسرے خطہ سے گندم کی درآمد کی ممانعت ہوگی۔ اور یہ درآمد برآمد صرف پرمٹوں کے ذریعہ ہی ہو سکے گی سردار سورن سنگھ نے امید ظاہر کی کہ اس اقدام سے نہ صرف گندم کی کھپت کے اہم علاقوں میں گندم کی قیمتوں اور سپلائی کی پوزیشن ہی بہتر ہو جائے گی۔ بلکہ اس سے حکومت کو درآمد شدہ گندم کے معاملہ میں دوسرے صوبوں کی ضروریات بہتر طور پر پورا کرنے کا موقع ملے گا۔ ۹ زون حسب ذیل ہیں (۱) پنجاب دہلی ہماچل پردیش اس خطہ سے ریاست جموں و کشمیر کو گندم اور گندم کی اشیاء کی برآمد کی اجازت ہوگی (۲) یو پی (۳) راجستھان (۴) مدھیہ پردیش (۵) بہار (۶) مہاراشٹر اس خطہ سے گوا کو گندم اور گندم کی اشیاء کی برآمد کی اجازت ہوگی (۷) گجرات (۸) مدراس۔ میسور۔ کیرل اور آندھرا پردیش (۹) مغربی بنگال۔ اڑیسہ۔ آسام۔ ناگالینڈ اور تریپورہ و منی پور۔

نئی دہلی ۲۳ر مارچ۔ آج لوک سبھا میں وزیر دفاع مسٹر وائی۔ بی چوان نے کہا کہ پاکستان اور چین کے درمیان دوستی کی وجہ سے بھارت کی ساری شمالی سرحد پر خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ بھارت نے پہلے چین کے ساتھ ملنے والی سرحد کی حفاظت پر ہی زور دینے کا خطرہ مول لیا تھا مگر اب تبدیل شدہ صورت حال کی وجہ سے بھارتی فوجوں کو ساری شمالی سرحد کی حفاظت کے لئے تیار رہنا ہوگا۔ وزارت دفاع کی ضمنی گرانٹ کی مانگوں پر ہوئی بحث کا جواب دے رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ بھارت ہوائی جہازوں کے ڈھانچوں کے عوض متحدہ عرب ری پبلک سے آواز سے تیز رفتار والے ہوائی جہازوں کے انجن حاصل کرنے کی تجویز پر غور کر رہا ہے۔ اس تجویز کے ماتحت بھارت متحدہ عرب ری پبلک کو ایچ۔ ایف ۲۴ قسم کے ہوائی جہازوں کے ڈھانچے مہیا کرے گا اور اس کے عوض متحدہ عرب ری پبلک سے انجن لے گا۔

نئی دہلی ۲۳ر مارچ۔ اگرچہ ابھی تک تمام باتوں پر قابو نہیں پایا جا سکا تاہم مستقبل قریب میں شیخ عبداللہ کی رہائی یقینی دکھائی دیتی ہے۔ شیخ عبداللہ کے خلاف مقدمہ واپس لینے کے سوال پر مرکزی اور کشمیری لیڈر دو تین ہفتوں سے غور کر رہے ہیں۔ ایکشن کمیٹی اور شیخ عبداللہ کے چند دیگر ساتھیوں کی سرگرمیوں کے باوجود جن سے حکام کو مایوسی ہوئی ہے شیخ عبداللہ کی رہائی کے حق میں رائے بڑھ رہی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ کوئی غیر متوقع مشکلات پیدا نہ ہوئیں یا کشمیر میں بالکل نئی صورت حال رونما نہ ہو گئی تو شیخ عبداللہ دو ماہ تک جیل سے رہا ہو جائیں گے۔ شیخ عبداللہ سے کئی لوگوں نے جیل میں ملاقات کی ہے۔